پیغام محمدی حصۂ اول یہ کتاب ہمارے مخدوم مولانا سید محمد علی سابق ناظم ندوۃ العلما کی تصنیف ہی، جس کو اونھون نے پادری صفدر علی کے نیاز نامہ اور پادری ٹھاکر داس کے رسالہ عدم ضرورت قرآن کے جواب مین محققانہ دلائل اور مہذب انداز مین تصنیف کیا تھا، پہلی مرتبہ ۱۳۰۰ھ مین یہ کتاب شائع ہوئی تھی، اب پھر گیا کے ایک بزرگ نے اس کے پہلے حصہ کو شائع کیا ہی، اس کتاب مین پادریون کے اوس مشہور اعتراض کا جواب دیا گیا ہی کہ جب قرآن کتب سابقہ کی تصدیق کرتا ہی تو پھر جدید کتاب قرآن کی کیا ضرورت ہی، کتاب مبسوط ہی، خلاصہ مباحث یہ ہی کہ، تصدیق یا تعریف و توصیف کا مطلب یہ نہین ہوتا کہ تمام جزئیات کو تسلیم کر لیا جائے، قرآن شریف بائبل کے پورے مجموعہ کی تصدیق نہین کرتا، توراۃ (اسفار خمسہ) اور زبور کو چھوڑ کر عہد عتیق کے بہت سے رسائل غیر نبی کے ہین، بعض کتابین انبیا کی طرف منسوب کی جاتی ہین، اون کی اندرونی شہادتون اور بعض پادریون کے اعتراف کو سند آپیش کر کے ثابت کیا ہی کہ یہ کتابین جنکی طرف منسوب کیجاتی ہین ان کے بعد تصنیف کیگئی ہین، زبور کے ۱۲ ابواب کے علاوہ دیگر ابواب باتفاق دوسرون کے لکھے ہین، توراۃ کے اسفار خمسہ کے علاوہ چھ کتابین اور ہین جو حضرت موسیٰ کیطرف منسوب کیجاتی ہین، ان پانچ کو ترجیح دینے کی کوئی تاریخی دلیل موجود نہین، علاوہ برین ان پانچ کتابونکی اندرونی شہادتون سے واضح ہی کہ ان مین بھی الحاق ہوا، قرآن مجید اہل کتاب کے جن عقائد کی تردید کرتا ہی ان سے اکثر یہ کتابین مبرا ہین، عقیدۂ تثلیث کا مدار یوحنا کے ورس پر ہی کہ تین ہین جو آسمان پر شہادت دیتے ہین، باپ، کلام اور روح القدس خود پادریون کو اسکا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ عبارت قدیم نسخون مین نہین ملتی، عقیدہ کفارہ سے بھی کتب سابقہ منزہ ہین، ان کی تعلیمات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مدار نجات عمل اور توبہ پر ہے آخر مین قرآن اور کتب سابقہ کی مماثل تعلیمات کا مقابلہ کیا گیا ہے اور اسلام کی حقیقت اور پیمبر اسلام کی صداقت کے ثبوت پر کتاب ختم کر دی گئی ہی، ہندوستان مین صداقت حق پرستی، اور سنجیدگی کے ساتھ مناظرہ کرنے والون کی کمی نہین لیکن مولانا محمد علی ان بزرگون مین ہین جنکی نظیر صرف قرون سابقہ مین مل سکتی ہے

پتہ:۔ مطبع رحمانیہ مخصوص پور مونگیر

مجلد سیزدہم | ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۴ء | عدد چہارم

مضامین

شذرات

سیرۃ نبوی جلد سوم کے ۵۰۴ صفحے چھپ چکے ہین، اور ابھی سو سوا سو صفحون کے قریب چھپنا باقی ہے، خیال تھا کہ اپریل تک چھپائی ختم ہو جائیگی، مگر مشکل یہ آن پڑی کہ سیرۃ کا کاغذ قسم اول ختم ہوگیا، اور لکھنو بنارس اور کلکتہ کے کاغذ فروشون کے پاس ملتا نہین، ایک مہینہ سے کوشش جاری ہے، مگر اب تک کامیابی نہین ہوئی، اور کام رُکا پڑا ہے،

ہمارے مخدوم مولنا حبیب الرحمان خان شروانی نے شاید بیس برس ہوے کہ ندوۃ العلماء کے ایک اجلاس مین نابینا علماء نام ایک رسالہ لکھکر پیش کیا تھا، جس مین تاریخ ورجال کے ہزارون صفحات الٹکر کچھ ایسے علماء کے حالات فراہم کیے تھے، جو گو نور بصارت سے محروم تھے مگر انکے علم وبصیرت کی آنکھین روشن تھین، مگر اب حال مین احمد زکی پاشا مصری نے آٹھوین صدی کے ایک مصنف صلاح الدین صفدی کی تصنیف نکت الہمیان فی نکت العمیان کا پتہ لگایا اور اسکو چھاپ کر شایع کیا ہے، یہ پوری کتاب جسکی ضخامت ۳۱۰ صفحات ہے، ۳۲۰ نابینا مشاہیر کے حالات وسوانح پر مشتمل ہے، واقعی حیرت کے ساتھ عربی کی اس ضرب المثل کی تصدیق کرنی ہوتی ہے کہ کم ترک الاول للآخر، یعنی اگلون نے پچھلون کے لیے چھوڑا ہی کیا ہے؟

دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، قدیم عربی کتابون اور خصوصًا حدیث ومتعلقات

حدیث کی کتابون کی اشاعت مین جو قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے، انکا جواب ہندوستان تو کیا، مصر وقسطنطنیہ بھی نہین دے سکتے، اسکی مطبوعات کی تفصیل تو فہرست سے معلوم ہوگی جو اس رسالہ کے ساتھ ہے، مگر اس وقت اسکی سب سے نئی کتاب **مستدرک حاکم** کا تذکرہ کرنا ہے، جو علم حدیث کی ہمیشہ ایک نادر تالیف سمجھی گئی ہے، لیکن عام شایقینِ علم کا دست طلب کبھی اس تک پہنچ نہین سکتا تھا، دائرہ نے چند سال سے اسکی طرف توجہ کی ہے اور اس وقت تک اسکی تین جلدین شایع کرچکا ہے، اب صرف ایک جلد اسکی اور باقی ہے، اس عظیم الشان خدمت کے انجام پرداز المعارف کو جس قدر مبارکباد دیجائے وہ کم ہے کہ اس نے اہل علم کے ہاتھون مین احادیث واخبار کا ایک بیش بہا ذخیرہ رکھدیا ہے،

اس مین شک نہین کہ دائرہ کی چھپائی، ٹائپ اور صحت نے ترقی کی ہے، مگر ابھی تک اس مین متعدد چیزونکی کمی محسوس ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ کاغذ اس سے اچھا لگنا چاہئے، دوسرے یہ کہ ٹائپ کے ابھرے ہوئے حروف کو برابر مسطح کرنیکا آلہ استعمال کرنا چاہئے، تیسری چیز جو سب سے اہم ہے وہ کتابون مین مفصل ومتنوع فہرستون کا اضافہ ہے، جسکو انگریزی مین انڈکس کہتے ہین، اور سنا ہے کہ حیدرآباد کے وضعِ اصطلاحات کے محکمہ مین اُسکا نام "کشافہ" رکھا گیا ہے،

ہندوستان کی مرکزی حکومت مغلیہ کی تباہی کے بعد، حکومت برطانیہ کا یہ احسان واقعی قابل تسلیم ہے کہ اس نے ہندوستان کے متفرق اجزائے حکومت کو ایک متحدہ مرکزی حکومت کی صورت مین بدل دیا، جس سے تمام ہندوستانی ایک قوم، اور پورا ہندوستان ایک ملک ہوگیا، لیکن جہان سیاسی حیثیت سے ہندوستانی ایک قوم اور ہندوستان ایک ملک ہوگیا، وہین

برطانی طرزحکومت کی یہ ستم ظریفی بھی نہ بھولے گی کہ اس نے اپنے استقلال و استحکام کے لیے ایک ایک فرقہ کو مستقل قوم اور ایک ایک صوبہ کو مستقل مملکت بنادیا، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہندوستان مین ایک قوم نہین سینکڑون قومین آباد ہین، اور یہان ایک ملک نہین، بیسون ملک قائم ہین، اب جس راستہ پر صوبون کے نظم و نسق کی گاڑی چلائی جارہی ہے، اسکا خاص منشا تو یہ ہے کہ آگے چلکر ہر صوبہ ایک مستقل مملکت اور حکومت بنجائے، تاکہ کبھی متحدہ ہندوستان کا خواب بھی ہندوستان کو نظر نہ آئے، ہر جگہ ایک فرمانروا ہے اور ہر جگہ الگ الگ اسکے وزرا ہین اور ہر صوبہ کے الگ الگ حقوق ہین، ہر صوبے کے باشندے دوسرے صوبونکے حقوق سے محروم ہین، اور اس طرح ایک "پراونشلزم" کی بنیاد ڈالی جارہی ہے، اور یہ عین اس وقت جب یورپ کے مصلحین تمام دنیا کو ایک وطن بنانیکی کوششون مین لگے ہین،

خیر سیاسی حیثیت سے یہ کاروائی کچھ بھی ہو، لیکن یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ انھین جذبات کی ترقی اور نشو و نما علمی اور تعلیمی صیغون مین بھی دیجارہی ہے، ہر حلقۂ انتظام مین ایک ایک مستقل یونیورسٹی بنائی گئی ہے اور یہ قدغن ہے کہ اس یونیورسٹی کی چہار دیواری کا آدمی دوسری یونیورسٹی کے حدود مین داخل نہ ہونے پائے، صوبۂ متحدہ کا باشندہ کلکتہ یونیورسٹی مین نہین جاسکتا، بنگال کا آدمی پنجاب مین نہین پڑھ سکتا، (الا بشروط) غرض اسی طرح ہر یونیورسٹی ایک مستقل اور علیحدہ مملکت ہے، اب انتہا یہ ہے کہ لکھنؤ میڈیکل کالج مین بہاری نہین داخل ہوسکتے اور بہار انجینیرنگ کالج مین پنجابیون کو جگہ نہین دیجاسکتی، کیا یہی وہ مرکزی اتحاد ہے جو برطانی نظم و نسق کے زیر سایہ ہندوستان کو ملا ہے،

خبر ہے کہ حضور ویسرائے کم از کم یونیورسٹیون کی اس باہمی بے تعلقی اور بیگانگی سے بہت متاثر ہین، اور شملہ کی چوٹیون پر ہر یونیورسٹی کے نمایندون کو ملاکر انکا باہم تعارف کرایا جائیگا اور

اس طرح دکھانے کے لیے دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ پر ہندوستان کے علمی و تعلیمی اتحاد کی ایک ایسی نمائشی عمارت کھڑی کیجائیگی جو نظر تو سب کو آئیگی مگر وہان تک کوئی پہنچ نہ سکیگا،

رحم اور غضب ان دونون کیفیتون کا یکجا تماشا دیکھنا ہو تو روس کی مملکت کو دیکھو یہ جذبۂ رحم ہی تھا جس نے اہل روس مین امرا کی حکومت کے بجائے غربا، اور مزدورون کی حکومت کے قائم کرنے کی تحریک کی، مگر اس راہ مین غیظ و غضب، خونریزی و سفاکی، قتل و غارت کی کونسی شکل نمایان نہین ہوئی ہے، اس بیرحمی کا آخر منظر یہ ہے کہ بالشویک روس اپنے ملک کے علما اور پروفیسرون کی ایک کثیر تعداد کو پھانسی دینے کا حکم جاری کرچکا ہے، جنکا شاید قصور یہ ہوگا کہ وہ علمی حیثیت سے بالشوزم کے نظریہ کو انسانیت کے لیے مفید نہ جانتے ہون، فرانس کے اہل علم طبقہ نے اس بیرحمی کے خلاف صدا بلند کی ہے، اور چاہتا ہے کہ دنیا کی تمام علمی برادری اس باب مین روس کے علمی خدمتگذارون کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کرے،

موجودہ تمدن کا یہ حال ہے کہ سیاست اور پالیٹکس ہر چیز کے اندر داخل ہوگئی ہے یہان تک اس کلیہ سے علم بھی مستثنیٰ نہین، فیصلہ مشکل ہے کہ روس کی حکومت واقعی اس درجہ بیرحم ہوگئی ہے، یا یہ کہ فرانس دنیا کے علمی طبقہ کے روسی پروفیسرون کے ساتھ رحیمانہ جذبات کو مشتعل کرکے، خود اپنے غیظ و غضب کا اظہار کررہا ہے،

دنیا کے کسی گذشتہ واقعہ کا ثبوت صرف شاہدون اور گواہون پر مبنی ہے، لیکن اگر گواہ و شاہد سچ نہ بولین، اور اظہار حقیقت پر آمادہ نہ ہون تو انکو کس طرح سچ بولنے پر آمادہ

کیا جاسکتا ہے، یا کس طرح ان کے اظہارات کی نسبت یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے، کہ وہ سچ ہین یا جھوٹ، امریکہ کے موجدون نے اس حقیقت کی بنا پر کہ انسان خواہ کسی قدر جھوٹا اور دروغگو ہو، جھوٹ بولتے وقت یقیناً اس کی نفسانی کیفیت اندرونی طور سے متاثر ہوتی ہے جس کو وہ دباتا ہے اور ابھرنے نہین دیتا، یہ کوشش کی ہے کہ کسی آلہ کے ذریعہ سے اس کیفیت کو اسطرح نمایان کیا جائے کہ وہ دوسرون کو بھی نظر آجائے، اور معلوم ہوجائے کہ جھوٹ ہے،

اس قسم کے متعدد تجربون کی خبرین، آتی رہی ہین، اب حال مین ڈاکٹر آر، ای ہاوس نے دعوی کیا ہے کہ انھون نے ایک ایسی دوا ایجاد کی ہے، جو مجرمون سے خود انکی زبانی انکے تمام جرائم کا اقرار کرائیگی، اور اس دوا کا خوف جرائم اور فریب کاریون کے لیے سدباب ثابت ہوگا انھون نے اس دوا کا نام ”روح صداقت“ رکھا ہے، یہ دوا سوئی کے ذریعہ سے مجرم کے بدن مین داخل کیجاتی ہے جس کے اثر سے مجرم پر نیند غالب آجاتی ہے، لیکن اسکا حافظہ، قوت سمع، اور قوت تکلم بیدار رہتی ہے، اس سے سوالات کیے جاتے ہین، اور وہ انکا صحیح جواب دیتا ہوا چلا جاتا ہے، ڈاکٹر موصوف نے اس دوا کا مختلف اشخاص پر کامیاب تجربہ بھی کیا ہے،

اس خبر کو پڑھکر ہم کو بے اختیار قرآن مجید کی یہ آیت یاد آئی،

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ آج (قیامت کے دن) ہم ان مجرمون کے منھ پر مہر کردینگے (کہ جھوٹ بول سکینگے) اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (یٰس) اور انکے ہاتھ ہمسے (سچی سچی باتین) بولینگے اور انکے پاؤن انکے کرتوتونکی گواہی دینگے

امریکہ کی اس حیرت انگیز ایجاد پر تو لوگ بے چون وچرا ایمان لے آتے ہین، لیکن جب اسی قسم کے ایمان کا مطالبہ ان سے کوئی آسمانی کتاب کرتی ہے تو اندر سے ان کے دل تکذیب کے

کے لیے بیقرار ہوجاتے ہین، گراموفون، اور فونوگراف کی بیجان لکڑیان اور دھاتین اگر تم سے باتین کرتی ہین، تو تم کو یقین نہین کہ تمھارے ہاتھ پاؤن کے ریکارڈ موسیقار ازل کے ہاتھون مین ایک ساز کی طرح بجینگے اور بولین گے،

اس مین شک نہین کہ موجودہ تحریک سے پہلے، ہندوستانی مسلمانونکی یہ دلی خواہش تھی کہ گورنمنٹ اوقاف اسلامی کی نگرانی اپنے ذمہ لے لے، چنانچہ مسلم لیگ نے اس کے لیے کچھ کوششین بھی کین، مولوی عزیز مرزا مرحوم کو گورنمنٹ کی طرف سے سنا ہے اس وقت یہ جواب ملا تھا کہ گورنمنٹ مذہبی مداخلت نہین کرنی چاہتی، اور علاوہ ازین پہلے اس کے لیے مسلمانونکی متفقہ خواہش تو ظاہر ہونا چاہیے اب یکبیک سنہ ۱۹۲۳ مین ہم کیا دیکھتے ہین کہ مذہبی مداخلت کے خطرہ کا اور مسلمانون کی متفقہ خواہش کے اظہار کا خیال کیے بغیر ایک قانون اوقاف تیار ہے اور حکومت اپنی عنایت کرم اور رعایا پروری سے اسکی نگرانی کو آمادہ ہے، یکایک اس انقلاب حال کی کوئی وجہ سمجھ مین نہین آئی،

مگر کل ڈاک سے ہمارے پاس ”علی گڈھ“ سے ایک مطبوعہ تحریر وصول ہوئی ہے، جس مین یہ ہدایت ہے کہ مسلمانون کو چاہیے کہ ”ہر جگہ جلسے کرکے گورنمنٹ کو تار دین کہ اس جگہ کے مسلمان گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہین کہ سنہ ۱۹۲۳ کے قانون اوقاف کا اس صوبہ مین جلد سے جلد نفاذ شروع کردیا جائے“، اس تحریر سے تمام واقعات ہمارے سامنے روشن ہوگیے، اور ہم نے ”دلالون“ کے نام پڑھ کر ”کمپنی“ کے قیام کے اسباب معلوم کرلیے، کم از کم اتنا فائدہ تو اس سے ہے کہ اس تدبیر سے حکومت موجودہ اور عام مسلمانون کے درمیان جو رضامندانہ تعلقات نہین، یا ایک بیگانگی سی آگئی ہے، اس عرض ومعروض، اور پیام ودرخواست کے نیاز کی تقریب سے کچھ نہ کچھ تو اس مین کمی آئیگی، اور باہمی حجاب کم ہوگا اور اس طرح ٹوٹے ہوئے

روابط پھر جڑنے شروع ہوجائین گے،

اس مین شک نہین کہ متولی اوقاف کی آمدنی کو ذاتی اغراض مین صرف کرتے ہین، مگر شاید اس اعتراض سے حکومت بھی بری نہین خیال کیجاتی، جن اوقاف یا کورٹ آف وارڈس کی نگرانی حکومت کے ہاتھ مین ہے، کیا اوس کے محاصل گورنمنٹ آدرون کی پرورش، وفادارون کے انعام واکرام، قرضہ ہائے جنگ، اور دیگران مدون مین صرف نہین کردیجاتی؟ جن کے لیے حکامِ ضلع یا حکامِ صوبہ کے سرکاری بجٹ مین رقم نہین ہوتی، بصورت اثبات کیا یہ خوف بے محل ہے کہ اس کشادہ دستی کا رقبہ آیندہ وسیع سے وسیع ترنہ ہوجائیگا؟ ذرا اس خطرہ کو تو دور کریجیے،

بہرحال چونکہ یہ قانون صوبۂ متحدہ کی کونسل مین ۵۴ ممبرون کی موافقت سے منظور ہوا ہے اور صرف ۹ رائین اسکی مخالفت مین تھین، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کا جذبہ باایں ہمہ سیاسی مشکلات وعوائق یہ ہے کہ وہ اوقاف کی بدنظمیون سے اس قدر تنگ آگیا ہے کہ وہ انکی نگرانی اور حفاظت کی ہرممکن کوشش کو کرنے کے لیے آمادہ ہے، بعض گوشون سے اس قانون کی مخالفت کی بھنک بھی آرہی ہے، مگر یہ وہی گروہ ہے، جو اس قانون کے رو سے مدعا علیہ ہے، یعنی متصرفین اوقاف، مگر اسکی پروا نہ کرنی چاہئے، کہ

عزیو دعربدۂ واعظان تلخ نوا

زمستی است کہ درلقمہائے اوقافست

مقالات

"سیرۃ نبوی کی ایک منظر" پر نظر

از سید سلیمان ندوی

ہماری یہ دل سے خواہش تھی کہ کوئی صاحبِ نظر سیرۃ نبوی پر صحیح تنقید لکھکر ہمکو ممنون کرم فرماین تاکہ اپنی لغزشون پر ہمکو اطلاع ہوسکے، اور کتاب مذکور کے دوسرے طبعات مین انکی اصلاح وترمیم ہوسکے، سیرۃ کی پہلی جلد جب شائع ہوئی تو متعدد ارباب علم (جن مین مولنا سورتی بھی داخل ہین) نے اپنے نجی کے خطوط مین ہمین اپنے مشورون سے مرہون کیا، اور بعض اتفاقی اغلاط کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ مراجعۂ کتب اور تحقیق کے بعد جو باتین ان مین قابلِ قبول تھین، سیرۃ کے دوسرے اڈیشن مین انکی تصحیح کردیگئی، یہ غلطیان زیادہ تر لفظی تھین یا مطبعی تھین،

جن لوگون کو چھپائی کا ذاتی تجربہ نہین، انکو مصنف کے ساتھ واقعی ہمدردی نہین ہوسکتی، جب ایک لفظ یا فقرہ، کسی سطر یا صفحہ مین مکرر ہوگا، کاتب لامحالہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے پر پہنچ جائیگا، یہ ہمارا ایسا تجربہ ہے جس مین کبھی غلطی نہین ہوئی، بہرحال یہ پر درد داستان ہمارے ہی برابر برابر تقریباً ہندوستان کا ہر صاحب قلم اور صاحب مطبع جانتا ہے، اس لیے اسکو بڑھانیکی حاجت نہین، بہرحال اس کلیہ سے سیرۃ نبوی بھی مستثنی نہین، چنانچہ طبع اول کے خاتمہ مین غلط نامہ کے ساتھ اور بہت سے

اغلاط کے رہجانیکی معذرت شامل ہی، مولنا سورتی کا جو کرامت نامہ ۱۳۳۶ھ مین میرے پاس آیا تھا اس کے جواب مین ہم نے انکو اسی زمانہ مین لکھدیا تھا کہ آپکے بھیجے ہوئے اغلاط اور جو دوسرون نے لکھکر بھیجے ہین انکی تصیح دوسری اشاعتون مین کردیجائیگی، چنانچہ سیرت کے دوسرے اڈیشن مین یہ حتی الامکان کردیگئی، اور سیرۃ جلد اول طبع دوم کے دیباچہ مین اسکا اظہار بھی ان الفاظ مین کردیا،

"ہندوستان مین اہل علم کا کوئی طبقہ ایسا نہ تھا، جس نے اپنے اپنے فن کی میزان نقد مین سیرۃ کے مضامین وتحقیقات کو نہ تولا، حفاظ نے اسکی آیات قرآنی کو پڑھا، محدثین نے اسکی حدیثین جانچین، ادیبون نے اس کے عربی اشعار اور ترجمون پر نقد کیا، علمائے انساب نے اسمار کی تنقیح کی، منجمون اور حساب دانون نے اوسکے زائچون اور تاریخون پر نظرثانی کی، اہل تاریخ وسیر نے واقعات کی جانچ پرتال کی، اور ہم ممنون ہین کہ نہایت خلوص ومحبت سے انھون نے اپنے نتائج افکار سے ہم کو مطلع کیا اور ہم نے ان سے فائدہ اٹھایا"

"طبع اول مین جیسا کہ خاتمہ مین ہم نے اقرار کیا تھا چھاپہ کے اغلاط اور سہو کے چند مسامحات رہ گئے تھے، اس طبع مین جہان تک امکان انسانی ہے تصحیح کی انتہائی کوشش کیگئی ہے، اور یقین ہے کہ انشاء اللہ یہ اغلاط اور مسامحات سے پاک ہوگا، جو لوگ سیرۃ پر نقد کرنا چاہتے ہون، انکو یہی نسخہ پیش نظر رکھنا چاہیے"

لیکن افسوس ہے کہ مولنا سورتی نے بجاے اعلان اور اطلاع کے باوجود ادھر توجہ نہ کی اور ۱۳۳۶ھ کے لکھے ہوئے مضمون کو ۱۳۴۲ھ مین چھپوائے بغیر ان کو قرار نہ آیا، چنانچہ رسالہ جامعہ کے فروری نمبر مین وہ چھپکر شایع ہوا، ابھی مولنا کو کتابون کی چھپائی کا ذاتی تجربہ نہین، شاید جامعہ کا یہ مضمون، انکی عمر کا پہلا اردو مین چھپا ہوا مضمون ہو، یہ مضمون ساڑھے پانچ صفحون کا ہے، بایں ہمہ وہ اسکو قرآن، حدیث، ادب اور نسب کے اغلاط سے محفوظ نہ رکھ سکے، چنانچہ فہرست ذیل دیکھئے

لہ دیکھیں کاتب صاحب خفا ہو کر اس مین کیا تصرفات کرتے ہین،

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	کیفیت غلطی
۲۲	۱۰	ابن السُّنی	ابن السنی	نام کی غلطی
۲۳	۸	نہ تو اشتقاق	نہ تو ہم اشتقاق	ادب کی غلطی
۲۳	۱۰	والقائمی	والقائمین	قرآن کی غلطی
۲۳	۱۵	واضدع	واصدع (حسب سیرۃ)	"
۲۳	۲۰	ولد سعید بن المسیب	والد سعید بن المسیب	نسب کی غلطی
۲۴	۷	زبیری	زبیر (حسب سیرۃ)	نام کی غلطی
۲۴	۱۴	پر ونکم	یرونکم	قرآن کی غلطی
۲۵	۱۴	الذی سیر قمین نہین	آپنے بڑھادیا	غلط نسبت
۲۵	۱۲		الامی چھوڑ دیا	قرآن کی غلطی
۲۵	۱۶	یہ سب خلاف واقعہ اور صحیح روایات	واقعہ اور صحیح روایات کے خلاف	بے معنی عبارت
۲۶	۱۹	۳۰۶ھ	۳۲۸ھ	

غور کیجئے کہ ان چند صفحون کے مضمون مین حضرت نقاد ہر قسم کے دس اغلاط کے مرتکب ہوئے تو ساڑھے چار سو صفحون پر پھیلی ہوئی کتاب مین اغلاط کا رہجانا کیا مشکل ہے؟

مولانا نے نمبروار ۳۹ غلطیان دکھائی ہین جن کے متعلق ان کا یہ گمان ہے کہ "جن مین تاویل کی گنجائش بہت کم ہے اور بحث کا موقع کالعدم ہے لیکن ان ۳۹ مین سے حسب ذیل ۸ اغلاط کی نسبت ہر لکھا پڑھا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کتابت اور طبع کی غلطیان ہین، جن سے مجبوری ہے، مولنا سورتی سے جیسے فاضل سے یہ امر بہت بعید ہے کہ وہ مطبع کے اغلاط کو جانکر مصنف کی طرف منسوب کردین،

	غلط	صحیح
۱	کفیٰ للمرء	کفیٰ بالمرء
۲	ابن التنی	ابن السنی
۳	ایک آیت میں لفظ "والقائین" کا ترجمہ چھوٹ گیا ہے،	
۴	مجاہد بن جبیر	مجاہد بن جبر
۵	تمیم	تیم
۶	عمر بن العاص	عمرو بن العاص
۷	واصدع	فاصدع
۸	نبہان	تیہان
۹	زبیر	جبیر
۱۰	خشعم	خثعم
۱۱	نعلم ممن ینقلب،	نعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب
۱۲	لقد	قد
۱۳	ذلک بانہم شاقوا اللہ ورسولہ فان اللہ	ذلک بانہم شاقوا اللہ ورسولہ ومن یشاقق اللہ ورسولہ فان اللہ
۱۴	الذین یتبعون النبی الامی	الذین یتبعون الرسول النبی الامی
۱۵	اعد للمحسنین منکن	للمحسنات منکن
۱۶	منذر بن عمر، طفیل بن عمر	منذر بن عمرو، طفیل بن عمرو
۱۷	ابوقالی	ابوعلی قالی

۱۸	لا یرقبون فی مومن الا ذمۃ انہم لا ایمان لہم	لا یرقبون فی مومن الا ولا ذمۃ انہم لا ایمان لہم

چونکہ مقصود صرف یہ دکھانا تھا کہ کفار کی قسم کا اعتبار نہیں، اس لیے صرف اتنے ہی الفاظ لیے گئے، اور بیچ کے الفاظ چھوڑ دیے گیے ہیں، یہ کوئی کفر نہیں، فسق نہیں، حرام نہیں، اس میں غلطی کتابت کی اسی قدر ہے کہ انہم لا ایمان، کو الگ سطر میں لکھنا چاہیئے تھا ویسے نہیں لکھا،

بحمد اللہ کہ ان تمام مطبعی اغلاط سے طبع دوم پاک ہی، ممکن ہے کہ اور دوسرے طبع کے اغلاط پیدا ہوگئے ہوں، ہمارے دوست اسکی بھی تصحیح کردیں تو خاص کر میری ذات پر احسان ہو، مگر آخر یہ تسلسل کب تک قائم رہے گا؟

اب معنوی اغلاط کی طرف توجہ کرنی چاہئے،

۱- مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ "توراۃ (یعنی موجودہ توراۃ) حضرت موسی کے تین سو برس بعد وجود میں آئی"، سورتی صاحب کہتے ہیں "یہ غلط ہی، بلکہ انجیل کا تین سو برس کے بعد انتخاب ہوا"، سورتی صاحب کا کیا مقصد ہے؟ آیا یہ کہ نہیں توراۃ حضرت موسی کے زمانہ ہی میں موجود تھی؟ یا یہ کہ تین سو برس بعد نہیں، بلکہ اس سے کم وبیش بعد، اگر پہلا مقصد ہے تو اسکی تردید کے لیے مسلمانوں کی لکھی ہوئی کتب مناظرہ کافی ہیں، بلکہ خود عیسائیوں کا اقرار کافی ہے، اور اگر دوسرا مقصد ہے تو مصنف کے نظریہ کے خلاف نہیں، مصنف کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضرت موسی کے حالات ان کے سینکڑوں برس کے بعد ترتیب میں آئے، (دیکھو انسائکلوپیڈیا برٹانیکا) مضمون بائبل جلد ۳ صفحہ ۱۰۸۰ (طبع ۱۱) اس میں حضرت عیسی سے نو دس سو برس پہلے اسکا مرتب ہونا لکھا ہے، اور حضرت موسی اس سے کئی سو برس پہلے تھے،

(۲) سورتی صاحب دوسری غلطی یہ نکالتے ہیں کہ "بکہ کے معنی رونے کے اور اسکو بکا،

کے ہم معنی سمجھنا غلط اور خلاف لغت ہے، (صفحہ ۱۰۸) بکہ کے معنی ازدحام اور اجتماع کے ہین"
سورتی صاحب سے اس موقع پر حد درجہ غلط فہمی ہوئی ہے، یہان اس "بکہ" کے لفظ کی بحث نہین
ہے جو قرآن مین ہے، بلکہ اس بکہ کے لفظ کے متعلق بحث ہے جو زبور مین ہے، زبور مین وادی
بکہ کا لفظ ہے، بکہ عبرانی کا لفظ ہے جس کا مشابہ اور ہم معنی لفظ عربی مین بکا ہے، اور اسی لیے
زبور کی اس آیت کا ترجمہ علمائے اہل کتاب نے "رونے کا میدان" کیا ہے، اور مولٰنا نے اسکی تردید
کی ہے، اصل عبارت یہ ہے، ہر صحیح النظر سمجھ سکتا ہے کہ یہ غلطی لکھنے والے کی ہے کہ سمجھنے والے کی

"اس (زبور) کی عبارت مین بکہ کا جو لفظ ہے، یہ وہی مکہ معظمہ ہے، لیکن اگر اس
لفظ کو اس علَم کے بجائے مشتق قرار دین تو اس کے معنی (عبرانی مین) رونے کے ہونگے،
اور یہ وہی عربی لفظ بکا، ہے، چونکہ یہود و نصاری ہمیشہ مکہ کی وقعت مٹانے کے درپے
رہتے آئے ہین، اس لیے بہت سے مترجمین نے عبارت مذکور مین بکہ کا ترجمہ رونا
کردیا ہے، لیکن ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے کہ اس حالت مین وادی بکا، کے کیا معنی ہونگے؟" (صفحہ ۱۰۸)

غور کیجئے بات کیا تھی اور معترض صاحب کیا سمجھے؟

(۳) محمد بن اسحاق تابعی ہین، متعدد صحابہ کو دیکھا تھا، انکے تابعی ہونے مین کلام ہے اُد
انس کے سوا کسی اور کو دیکھنا تاریخ رجال مین مذکور نہین، محض دیکھنے سے تابعی ہونا غیر صحیح ہے"
سورتی صاحب کے اس اعتراض کا ایک حصہ صحیح ہے، متعدد صحابہ کے بجائے، بعض صحابہ
چاہئے، باقی یہ کہ صرف دیکھنے سے تابعی ہونا غیر صحیح ہے، قابل تامل ہے، یہ ہمیشہ سے مختلف
فیہ بحث ہے، اس کے متعلق قطعیت کے ساتھ غیر صحیح کا حکم لگا دینا، حیرت انگیز ہے،

(۴) حضرت ابن عباس کے سامنے جب حضرت علی کے بعض تحریری فتاوی پیش کیے
گئے تو حضرت ابن عباس نے ان کے ماننے سے انکار کر دیا، مولٰنا کا دعوی ہے کہ ابن عباس

نے نفس مضامین کو دیکھ کر ان کے حضرت علی کی طرف منسوب ہونے سے انکار کر دیا، اور سند نہین
دریافت کی، سورتی صاحب اپنے الجھے ہوئے طرز بیان مین یہ کہنا چاہتے ہین کہ حضرت علی کی طرف
ان فتادی کی نسبت سے حضرت ابن عباس نے انکار نہین کیا، بلکہ نفس حضرت علی کے ان فتوون
کی صحت سے، یعنی حضرت علی کے یہ فتوے اُنکے نزدیک صحیح نہین تھے، لیکن کھلی ہوئی بات ہے
کہ امام مسلم نے سند کی ضرورت و نقد وغیرہ اصول حدیث کے متعلقہ مسائل کے اثبات مین اس واقعہ
کو پیش کیا ہے، اگر سورتی صاحب کا مطلب ٹھیک ہوتا تو اس حالت مین اس واقعہ کو امام مسلم
کے دعوی کے ثبوت سے کیا تعلق؟ اور پھر اس فتوی کو دیکھکر اور مٹا کر حضرت ابن عباس کے اس
قول کا جو اس کے بعد ہی مذکور ہے کیا مطلب ہوگا؟

واللہ ماقضی بھذا علی الا	خدا کی قسم یہ فیصلہ علی نے نہین کیا ہے،
ان یکون ضلّ (مقدمہ مسلم)	لیکن یہ کہ وہ گمراہ ہوگیا ہو،

اب بتاؤ کہ اس سے یہ مقصود ہے کہ حضرت علی نے فیصلہ غلط کیا ہے، یا یہ مقصود ہے کہ سرے
سے ان فیصلون کی حضرت علی کی طرف نسبت غلط ہے؟ گویا سورتی صاحب کے نزدیک حضرت
علیؓ نے یہ فیصلہ ضرور کیا تھا، گر وہ فیصلے ابن عباس کی نگاہ مین غلط تھے اور اس لیے وہ گمراہ تھے، نعوذ باللہ،

(۵) حضرت عمار بن یاسر کا واقعہ محل بحث سے خارج کیون ہے؟ حضرت عمار تیمم کا واقعہ حضرت
عمر سے بیان کرتے ہین، حضرت عمر اس سے انکار کرتے ہین، حالانکہ حضرت عمار کی سند موجود تھی،
مگر حضرت عمر محض سند کی بنا پر روایت کو نہین تسلیم کرتے، عام اس سے کہ واقعہ مین حضرت عمر
کی شرکت ہو یا نہو، باقی، رہا یہ کہ حضرت عمر، حضرت عمار کو اس روایت کے بیان کرنے کی اجازت
دیتے ہین، تو یہ اس لیے کہ عمار کی تنہا روایت کے ساتھ ممکن ہے اور سندین اور روایتین ملکر
دوسرونکو مفید مطلب ہون، یا دوسرون کے نزدیک انکی بات قابل سند ہو،

۶۔ سورتی صاحب کہتے ہین "حضرت عباس وحضرت علی کی نزاع بابت فدک کی حدیث کو غلط کہنا لغو ہے" لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لغویت سیرۃ کے مصنف نے نہین کی ہے، بلکہ بعض "اساتذۂ حدیث" نے کی ہے، مصنف کے یہ الفاظ ہین" اس لیے بعض محدثین نے اپنے نسخہ مین یہ الفاظ نکال دئے ہین" اور اس کے حوالہ مین مصنف نے نودی شرح مسلم کے صفحات پیش کیے ہین، پھر اس غلط بیانی یا غلط فہمی کو کس کی طرف منسوب کیا جائے کہ مصنف تو یہ لکھتا ہے، کہ "سب دشتم کے ان الفاظ کو اپنے نسخہ سے نکال دیا ہے، اور سورتی صاحب کہتے ہین کہ نفس واقعہ اور حدیث نزاع کو غلط کہا ہے، حالانکہ نزاع کے واقعہ کو کسی نے بھی غلط نہین کہا ہے صرف اس مین سے سب دشتم کے ان الفاظ کو کہ حضرت عباس نے انکو حضرت علی کی شان مین استعمال کیا بعض محدثین نے غلط کہا ہے،

ببین تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

(۷) ابو طالب کے قصیدۂ لامیہ کو "سرتاپا" موضوع بتانا بیشک صحیح نہین ہے، لیکن مصنف نے یہ مبالغۃً لکھ دیا تھا کہ اتنے بڑے قصیدہ مین سے اگر ایک دو شعر کی صحت معلوم ہوئی تو کیا ہوئی تاہم یہ خلاف احتیاط ہے، اس لیے مین نے طبع دوم کے حاشیہ مین یہ لکھدیا ہے "سرتاپا کے بجائے اکثر کہنا صحیح ہے، کیونکہ اس کے ایک دو شعر صحاح مین بھی مذکور ہے، مثلاً صحیح بخاری وصحیح مسلم باب صلوۃ الاستسقا، خود ابن اسحاق نے اس قصیدہ کو نقل کرکے لکھا ہے وبعض اھل العلم بالشعر ینکر اکثرھا، یعنی بعض ماہرین شعر اس کے اکثر اشعار کی صحت سے انکار کرتے ہین، صفحہ اس سے ثابت ہوگا کہ سورتی صاحب کا اس قصیدۂ لامیہ کو تمامتر صحیح تسلیم کرنا بھی درست نہین ہے، کیا ابن اسحاق اس بارۂ خاص مین کردہ لوگون سے اشعار کہلا کر دوسرون کی طرف منسوب کردیتے تھے، بدنام نہین ؟ (دیکھو میزان الاعتدال ۹۲، مصر)

۸۔ سیرۃ مین ہے کہ "مسیّب فتح مکہ مین اسلام لائے، اور ابو طالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے" سورتی صاحب کہتے ہین کہ یہ دونون دعوے محتاج ثبوت ہین، مسیّب کا فتح مکہ مین اسلام لانا مصعب زبیری کی روایت سے ثابت ہے لا یختلف اصحابنا ان المسیب وابا ہ من مسلمۃ الفتح یعنی ارباب تاریخ وسیرت مین سے کسی کا اس مین اختلاف نہین کہ مسیّب اور انکے باپ فتح مکہ کے نومسلمون مین ہین" (اصابہ واسد الغابہ) دوسری بات کہ وہ ابو طالب کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود نہ تھے، اس طرح ثابت ہے کہ کتب احادیث وسیر مین جہان ابو طالب کی وفات کے وقت انحضرت صلعم ابوجہل ابن امیہ اور حضرت عباس وغیرہ کی موجودگی کے بیانات ہین، وہان مسیّب کا نام نہین، اور خود مسیّب اپنی روایت مین اپنی موجودگی کا اظہار نہین کرتے، چنانچہ جیسا مولانا نے سمجھا ہے ویسا ہی علامہ عینی نے بھی شرح بخاری مین سمجھا ہے اور انھون نے لکھا ہے، کہ مسیّب کی یہ روایت مرسل ہے یعنی وہ وفات ابی طالب کے وقت موجود نہ تھے (دیکھو عینی شرح بخاری حدیث مذکور) یہ سچ ہے، کہ حضرت مسیّب کے صاحبزادہ حضرت سعید کا بیان ہے کہ ان کے باپ فتح مکہ سے دو سال پہلے بیعۃ رضوان مین شریک تھے، مگر اسکی تائید ان کے بیان کے علاوہ کسی اور طریق سے نہین ہوتی، بہر حال وہ کبھی اسلام لائے ہون وفات ابی طالب کے وقت انکی موجودگی انکی روایت کے کسی لفظ سے ثابت نہین ہوتی، گو انکا زمانۂ اسلام محدثین اور ارباب سیر کے درمیان مختلف فیہ کیون نہ ہو،

۹۔ سورتی صاحب فرماتے ہین کہ "اذان کے متعلق بحث نہایت مختصر اور غلط ہے،" اگر غلط ہے تو اسکا مختصر ہی ہونا اچھا تھا، مگر یہ تحکم سمجھ مین نہ آیا کہ آخر وہ غلط کیون ہے؟ کیا اس لیے کہ وہ ہمارے دوست کے مذاق کے مطابق نہین ہو! اذان کے متعلق دو قسم کی روائتین ہین ایک بخاری ومسلم مین حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ لوگون نے مختلف تجویزین پیش کین حضرت عمر

نے اذان کی تجویز پیش کی، آپ نے حضرت بلالؓ کو بلا کر اسی کا حکم دیا، دوسری روایت ترمذی وغیرہ مین ہے کہ عبد اللہ بن زید اور حضرت عمرؓ نے خواب مین اذان کو سنا اور رسول اللہ صلعم سے بیان کیا، آپ نے قبول فرمایا، مصنف نے ان مین سے صحیحین کی روایت اختیار کی ہے، کیا عجیب ہے کہ جب دوسری کتابون کے مقابلہ مین صحیحین کی روایت کو اختیار کیا جائے تو غلط ہونے کا فتوی لگایا جائے، اور جب کبھی انکو چھوڑ کر دوسری کتابون کی روایتون کو اختیار کیا جائے، تو ترک صحیحین کا سنگین الزام قائم کیا جائے۔ ع دوگونہ رنج و عذاب است جان مجنون را،

(۱۰) ان علی اھل اللواء حقا۔ اہل اللوا کا ترجمہ نیزہ بردار کر دیا گیا ہے،

حالانکہ علمبردار چاہئے، صحیح ہے چنانچہ طبع دوم صفحہ ۳۴۵ مین علمبردار ہی ترجمہ کیا گیا ہے، اسی کے ساتھ فرماتے ہین کہ علمبرداری کی نسبت صفحہ ۵۶ مین جو بنو امیہ کی طرف کیگئی ہے وہ سخت تاریخی غلطی ہے، جناب نے اس غلطی کا کوئی ثبوت نہین پیش کیا، مصنف نے تو اپنے بیان کا حوالہ دیدیا ہے کہ وہ عقد الفرید جلد دوم (کتاب الیتیمۃ فی النسب و فضل العرب) سے ماخوذ ہے، علمبرداری تو فارسی لفظ ہے اور ترجمہ ہے، اصل لفظ مصنف نے "عقاب" لکھا ہے جو قریش کا جنگی علم تھا، اور یہ منصب بنو امیہ کو حاصل تھا، عقد الفرید مین ہے،

ومن بنی امیۃ ابوسفیان بن حرب	بنوامیہ مین سے ابوسفیان بن حرب کے پاس قریش
کانت عندہ العقاب رایۃ قریش	کا علم عقاب تھا، وہ جب کسی کے پاس ہوتا تو اوسکو
واذا کانت عند رجل اخرجہا	وہی نکالتا جب لڑائی بہت گرم ہوتی، اور جب
اذا حمیت الحرب فاذا اجتمعت	عرب کسی اور آدمی پر متفق ہوتے تو اسکو عقاب
العرب علی احد اعطوہ العقاب	دیتے، اور اگر کسی اور پر متفق نہ ہوتے تو اسی عقاب
وان لم یجتمعوا علی احد رأسوا	والے (بنوامیہ) کو سردار بناتے اور اس کو

صاحبہا فقدموہ (عقد الفرید)	آگے کرتے،

اب فرمائیے اس عظیم الشان تاریخی غلطی کا وزن کیا ہے؟

اہل اللوا بنو عبد الدار ضرور تھے، لیکن مصنف نے کہین اسکا انکار نہین کیا ہے، بلکہ صفحہ ۲۷۴ مین یہ لکھا ہے "قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکلا، طلحہ قبیلۂ عبد الدار ہی مین سے تھا،

(۱۱) "افلح من یعالج المساجدا ویقرء القرآن قائما وقاعدا

(سیرۃ صفحہ ۲۰۲) غلط، صحیح یظل فیہا قائما وقاعدا، ہم پھر سورتی صاحب کے صحیح و غلط فیصل کے تحکم کو نہین سمجھے، جب مصنف نے حوالہ دیدیا ہے تو بحث کی گنجائش کیا ہے؟ وفاء الوفاء مین مشہور علامہ ادب ابن شبہ کے حوالہ سے مصنف نے نقل کیا ہے، دیکھیے، حوالۂ مذکور،

وروی ابن شبہ ایضا ان عبد اللہ	ابن شبہ نے یہ بھی روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن
بن رواحۃ کان یقول وھم	رواحہ، جب وہ لوگ قبا کی مسجد بنا رہے تھے، یہ
یبنون مسجد قباء افلح من	کہتے تھے، افلح من یعالج المساجدا تو رسول اللہ
یعالج المساجدا فقال رسول اللہ	صلعم نے کہا، "ا المساجدا، پھر عبد اللہ
صلعم المساجدا فقال عبد اللہ و	نے کہا ویقرء القرآن قائما
یقرء القرآن قائما وقاعدا،	وقاعدا، آپ نے کہا وقاعدا
فقال رسول اللہ صلعم وقاعدا	" "

(جلد ا صفحہ ۱۸۱، مصر) " "

آپ شاید عروض و وزن ٹھیک کرنے کی فکر مین ہین، اول تو یہ عروض کی پیدائش سے پہلے کا کلام ہے، دوسرے یہ شعر نہین، بول ہین، ان مین وزن شعری کی تلاش بے سود ہے،

(۱۲) فلا تتکی علی بکر ولکن علی بدر، تقاصرت الجدود،

بیشک سیرۃ طبع اول مین بکر بحیثیت علم کے لکھا تھا، مگر طبع دوم مین ترجمہ صحیح کر دیا گیا ہے، اور حاشیہ کی بھی تصحیح کر دیگئی ہے، دیکھئے سیرۃ اول طبع دوم صفحہ (۳۱۰)

(۱۳) سیرت کے حاشیہ صفحہ ۴۰۴ پر مقوقس کے بجائے نجاشی کا لفظ ہو گیا ہے، متن عبارت مین مقوقس کا صریح نام موجود ہے، اور اسکے حاشیہ پر اگر اس بنا پر کہ نجاشی اور مقوقس دونون کے تذکرے ملے جلے ہو رہے ہین، اگر مقوقس کی جگہ نجاشی کا نام چلا آیا تو ہر صاحب علم یہی سمجھیگا کہ یہ سبق قلم ہے، کوئی غلطی نہین ہے، با این ہمہ طبع دوم (صفحہ ۴۳۳) مین اسکی بھی تصحیح ہو چکی ہے،

(۱۴) ماریہ قبطیہ لونڈی تھین یا شریف زادی تھین، مدخولہ تھین یا نکاحی تھین، اس بحث مین ہمارے دوست سورتی صاحب نہ پڑین تو اچھا ہے، اس بحث کو ہم ہی غلط کارون کے لیے مخصوص رہنے دیجئے،

سورتی صاحب عظیمۃ القدر کے "معنی خوبصورت اور خوش سلیقہ" کرتے ہین، قدر کے معنی خوبصورتی اور خوش سلیقگی کے تو کسی لغت مین نہین، "اندازہ اور مرتبہ" کے معنی بالاتفاق ہین، اچھا اس کے بعد جو یہ الفاظ ہین، انکے آپ کے لغت مین کیا معنی ہین؟ ولھا مکان فی القبط عظیم، یعنی یہ کہ "قبطیون مین انکا بڑا درجہ اور مرتبہ ہے" یا بقول آپکے "قبطیون مین انکے حسن وجمال کی بڑی شہرت ہے" تو گویا نعوذ باللہ یہ مصر کی مشہور پریزادین دربار نبوت مین آئی تھین؛ اور کیون صاحب کسی مورخ یا صاحب سیر نے ان کے اس عدیم النظیر حسن وجمال کا کہین تذکرہ کیا ہے؛

(۱۵) فاغفر فداء لک ما اقتفینا سیرۃ کے مصنف نے اسکا ترجمہ یہ کیا ہے "ہم تجھ پر

فدا ہون ہم جو احکام نہین بجا لائے، ان کو معاف کر دے،، سورتی صاحب جنکی ادب وحدیث دانی کا ہم کو اعتراف ہے فرماتے ہین "اس شعر کے معنی مین بھی غلطی ہے اور لفظ مین بھی، لفظی غلطی یہ ہے کہ تین لفظ مروی ہین، (۱) ما ابقینا (۲) ما اقتینا (۳) ما اقتفینا، ہر تینون کے معنی ہین، جو کچھ جمع کیا ہم نے، معنی یہ ہوئے، ہماری کمائی تجھ پر فدا ہے، ہمارے گناہ معاف کر دے ما اقتفینا ناغفر کا مفعول بنایا گیا ہے جس سے معنی غلط ہو گئے،،

سورتی صاحب سے پہلے ایک اور محدث وادیب گذرا ہے، اسکا نام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی ہے، اور جو صحیح بخاری کا متفق علیہ بہترین شارح ہے، آئے ہم دونون اس کی ثالثی کی عدالت مین حاضر ہون،

واما قولہ ما اقتفینا فبتشدید	لیکن بخاری کا قول ما اقتفینا پہلے ت مشدد پھر
المثناۃ بعدھا قاف للاکثر	قاف، یہی نسخہ اکثر رواتون مین ہے، اور اس کے
ومعناہ ما ترکنا من الاوامر	معنی یہ ہین کہ ہم نے جو احکام خدا کے چھوڑ دیے
وللاصیلی والنسفی بہمزۃ قطع	(انکو معاف کر) اصیلی اور نسفی کی روایت مین
ثم موحدۃ ساکنۃ (ابقینا) ای	یہ لفظ پہلے ہمزہ قطع پھر ب ساکن ہے، (ابقینا)
ما خلفنا وراءنا مما اکتسبنا من	یعنی ہم نے اپنے بعد اپنے جو کمائے ہوئے گناہ چھوڑے،
الآثام، او ما ابقیناہ وراءنا	یا یہ معنی ہین کہ ہم نے اپنے بعد جو گناہ ایسے چھوڑے
من الذنوب فلم نتب منہ	جن سے توبہ نہ کی، (انکو معاف کر) اور قابسی کی
وللقابسی ما لقینا باللام وکسر	روایت مین ما لقینا ہے، لام پھر مکسور قاف
القاف والمعنی ما وجدنا من	معنی یہ ہین کہ جن گناہون کو ہم نے پایا، (انکو معاف
المناھی ووقع فی روایۃ قتیبۃ	کر) اور قتیبہ کی روایت مین جو حاتم بن اسمٰعیل سے

عن حاتم بن اسماعیل کما سیاتی
فی الادب ما اقفینا بقاف ساکنۃ
وشناۃ مفتوحۃ ثم تحتانیۃ
ساکنۃ ای تبعنا من الخطایا من
قفوت الاثر اذا اتبعتہ وکذا
المسلم عن قتیبہ وھی اشھر الروایات
فی ھذا الرجز۔ (ج، ص ۳۵۰)

مروی ہے جیسا کہ کتاب الادب مین آئیگا، ما
اقتفینا ساکن قاف مفتوح ت پھر ساکن ی ہے،
معنی یہ ہین کہ جن گناہون کی ہم نے پیروی کی انکو
معاف کر) یہ قفوت الاثر سے ہے جب تم
کسی کی پیروی کرو، یہی نسخہ مسلم مین قتیبہ سے
مروی ہے، اور اس رجز مین یہی روایت
مشہور تر ہے،

اہل نظر غور کرین کہ جو کچھ مصنف نے ترجمہ کیا ہے کیا بعینہ حافظ ابن حجر کی تحقیق نہین ہے؟ بلکہ اس لفظ کے ہر نسخہ کے معنی وہی ہین جو سیرۃ کے مصنف نے لکھے ہین، وہ نہین ہین جو سورتی صاحب کی صلاح ہے، ہر ایک نسخہ کے معنی کرنے مین ما کو فاغفر ہی کا مفعول بتایا ہے، اوسکو فدا ءلک سے تعلق نہین ہے، جیسا کہ سورتی صاحب چاہتے ہین، فدا ءلک بیچ مین جملہ معترضہ ہے، (دیکھو فتح الباری شرح بخاری جلد، صفحہ ۳۰۵) یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس موقع پر صحیح نسخہ واتقینا ہی ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ایک ایک حرف ہجے کرکر بتایا ہے، تعجب ہے کہ سورتی صاحب باوجود ہمہ دانی ایسا صریح غلط دعوی کیونکر کرسکے، جس مین لفظی اور معنوی دونون غلطیان موجود ہین،

(۱۶) لاھم انی ناشد محمدا، یہ شعر ایک فریادی کی زبان سے ادا ہوا ہے، مصنف نے اس مصرع کا ترجمہ کیا ہے کہ "کچھ غم نہین، مین محمد کو وہ معاہدہ یاد دلاؤنگا" سورتی صاحب کہتے ہین کہ اسکا ترجمہ یہ چاہیے کہ "اے خدا مین محمد کو الخ" یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ مصرع کے پہلے لفظ لاھم کو مصنف نے لاھم پڑھا ہے، اور سورتی صاحب لاھم پڑھتے ہین،

اور اسکو شاید اللّٰھمّ کا مخفف بتاتے ہین، مگر جب ایک لفظ دو طرح پڑھا جاتا ہے، اور دونون معنی بن جاتے ہین تو ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو تمامتر غلط کہنا یقیناً صحیح نہین، بہرحال اس ترجمہ یا اُس ترجمہ سے واقعیت پر کوئی اثر نہین پڑتا، اور نہ یہ کوئی اہم شی ہے،

(۱۷) عربون مین ایک خاص عقیدہ تھا، اس کے ثبوت مین مصنف نے عربی کا ایک شعر پیش کیا ہے، اس شعر کے قائل کا نام سیرۃ مین ابودواد ایادی چھپ گیا ہے، سورتی صاحب کہتے ہین کہ یہ ذوالاصبع العدوانی کا شعر ہے، بہرحال یہ ایک لفظی بحث ہے جس مین حق سورتی صاحب کے ساتھ ہے، اصل کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ایک اتفاقی غلطی ہے جس کے مرتکب مصنف مرحوم نہین، بلکہ کاتب اور مصحح ہین، اصل مین یہان پر دو شعر تھے، ایک ابودواد ایادی کا، اور ایک ذوالاصبع العدوانی کا، ابودواد کا شعر چھوٹ گیا اور ذوالاصبع کا شعر جو اس کے بعد تھا چھپ گیا، یعنی اصل یون ہے،

ابودواد ایادی کہتا ہے،

سلّط الموت والمنون علیھم ۔۔۔ فلھم فی صدی المقابر ھام

ذوالاصبع

یا عمرو ان لا تدع شتمی و منقصتی ۔۔۔ اضربک حیث تقول الھامۃ اسقونی

پہلی اور دوسری سطر چھوٹ گئی ہے، چنانچہ سیرۃ مین یہ ہے کہ "وہ شور کرتی ہے کہ مین ...

بہرحال اس لفظی فروگذاشت سے بھی کوئی اہم نتیجہ پیدا نہین ہوتا، جس پر یہ غل و شور کیا جائے، تاہم یہ صحیح ہے کہ شعر کو اصل شاعر ہی کی طرف منسوب ہونا چاہیے،

(۱۸) ایک اعتراض یہ ہے کہ ایک خاص سریہ کے واقعہ کو سیرۃ مین دو جگہ لکھا گیا ہے، لیکن ہمارے دوست نے یہ خیال نہین کیا کہ یہ تکرار بے معنی نہین ہے، سورتی صاحب

بحیثیت "غیر حنفی" ہونے کے "صحیح بخاری" کے خاص طور سے قدر دان اور مداح ہین، لیکن کیا وہ نہین جانتے ہین کہ اس مین تین ہزار حدیثین مکرر ہین، مگر یہ تکرار بے معنی نہین، جب واقعہ کے متعدد پہلو اور متعدد نتائج ہوتے ہین تو مصنف کو ہر پہلو اور ہر نتیجہ کی تفصیل کے وقت اس واقعہ کے اس خاص پہلو کو نمایان کرنا ہوتا ہے، اور پھر دوسرے پہلو اور دوسرے نتیجہ کے پھیلاتے وقت پھر اس واقعہ کو سمیٹ کر اس کے دوسرے پہلو اور دوسرے نتیجہ کو وہ پیش نظر کرتا ہے، واقعہ مذکور یہ ہے کہ "مسلمان داعیون کی ایک جماعت تبلیغ کی غرض سے کہین بھیجی گئی تھی، کفار نے ان کو راستہ مین شہید کر ڈالا، انکی تنبیہ کے لیے جب فوج بھیجی گئی تو وہ لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر کہین چل دئے،" اس واقعہ کا نام سریہ کعب بن عمیر ہے،

بعض سریون کی نسبت مخالفین اسلام کا اعتراض ہے کہ مسلمانون نے فریق مخالف کی بے خبری مین اچانک اون پر حملہ کر دیا، اور یہ طریقہ اخلاقاً صحیح نہین ہے، مصنف نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ یہ طریقہ صرف خانہ بدوش قبائل کے متعلق استعمال کیا گیا ہے، جنکا ہمیشہ پیشہ غارتگری تھا اور حملہ کے معلوم ہو جانے کی صورت مین ہمیشہ اپنی جگہ چھوڑ کر ادھر اودھر ہو جاتے تھے، ایسی حالت مین ان کے لیے جو تادیبی مہم بھیجی جاتی تھی انکو اچانک حملہ کرنا پڑتا تھا، اب اس ثبوت مین کہ یہ خانہ بدوش قبائل تھے اور ہمیشہ ادھر اودھر چل دیتے تھے مصنف نے بہت سے سرایا کا ذکر کیا ہے، منجملہ اون کے اس سریہ کعب بن عمیر کو بھی صورت حال کے ثبوت مین پیش کیا ہے،

دوسری جگہ مصنف نے مخالفین اسلام کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ داعیان اسلام کے ساتھ مسلح آدمی کیون رہتے تھے؟ اور لکھا ہے کہ ملک مین بد امنی کے باعث وہ داعیان اسلام جن کے ساتھ حفاظتی دستے نہین ہوتے وہ بری طرح قتل کر دئے جاتے تھے، چنانچہ فلان فلان واقعات اس کے شاہد ہین، منجملہ ان کے سریہ کعب بن عمیر کے ابتدائی واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے،

ہر وہ شخص جسکو تصنیف و تالیف کا تجربہ ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کا نام تکرار نہین ہے، بلکہ ایک ایک واقعہ سے متعدد نتائج پیدا کرنا تو تصنیفی قوت کا اعلیٰ مظہر ہے، اور یہی چیز امام بخاری کی نکتہ دانی کا کمال سمجھی جاتی ہے، ع عیب نماید ہنرش در نظر

(۱۹) سورتی صاحب لکھتے ہین "فاطمہ بنت قیس کی حدیث مین مطلق طلاق کے بعد نان نفقہ نہ ہونا (صفحہ ۵۰۴) غلط ہے، طلاق ثلاثہ کے بعد کا ذکر ہے" ہم نے اپنے دوست کی ہدایت کے مطابق سیرۃ کا صفحہ ۵۰۴ کھولا، تو اس مین یہ الفاظ ملے "ایک مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ عورت کو جب طلاق دیدیجائے تو عدت کے زمانہ تک شوہر پر اس کے کھانے پینے اور رہنے کا انتظام واجب ہے یا نہین، فاطمہ بنت قیس ایک صحابیہ تھین جنکو ان کے شوہر نے طلاق دیدی تھی، انکا بیان ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے پاس گئین تو آپ نے انکو نفقہ اور مکان نہین دلوایا، انھون نے یہ حدیث حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم خدا کی کتاب اور آنحضرت صلعم کی سنت کو ایک عورت کے بیان پر چھوڑ نہین سکتے، جسکی نسبت ہم کو معلوم نہین کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی"

مصنف کا اس روایت سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ محض سنداً روایت موجود ہونے سے حدیث کا مان لینا ضروری نہین، دیکھو کہ حضرت عمرؓ نے فاطمہ کی روایت تسلیم نہین کی، اس مین یہ بحث کہ یہ واقعہ یعنی عدم عطائے نفقہ و سکونت تین طلاقون کے بعد کا واقعہ ہے، یا طلاق رجعی کا واقعہ ہے، بالکل غیر ضروری اور بے محل ہے، وہ خواہ ایک ہو یا دو ہو یا تین ہو اسکو یہان کیا دخل ہے؟ مصنف نے یہ نہین کہا کہ حضرت فاطمہ کے شوہر نے انکو تین سے کم طلاقین دی تھین، بلکہ ہمارے سورتی دوست اگر اردو محاورہ کی نزاکت پر غور کرتے تو مصنف کے الفاظ سے اردو محاورہ کے مطابق طلاق بائنہ ہی سمجھتے، مصنف نے لکھا ہے کہ "جب عورت کو طلاق دیدیجائے" "نیز فاطمہ کو ان کے شوہر نے دیدی تھی،" ان الفاظ کی نزاکت سے قطعی اور بائنہ اور ہمیشہ ہی کی علیحدگی کی

طلاق سمجھی جائیگی، گو الفاظ مین اسکی تصریح نہو، بہرحال حقیقت یہ ہے کہ یہ تصریح ہی کہ وہ طلاق
ثلثہ تھی یا کیسی تھی یہان محل بحث سے خارج ہے،

(۲۰) سعد بن عبادہ کی تقریر بابت بدر اور عدم حضور سعد بن عبادہ بدر صفحہ ۲۵۶ (صحیح یہ تقریر
سعد بن معاذ کی ہے، حضور سعد بن عبادہ مختلف فیہ ہے) ہمارے دوست نے اس موقع پر بھی
وہی شان حاکمانہ اختیار کی ہے، کہ یہ غلط، یہ صحیح ہم نے اپنے دوست کی عبارت مذکورہ کا اردو
مطلب سمجھ لیا ہے شاید ہمارے اردو دان ناظرین نہ سمجھ سکین، حضرت معترض اردو مین یہ کہنا چاہتے
ہین، کہ مولنا شبلی نے بدر کے موقع پر حضرت سعد بن عبادہ کے نام سے جو تقریر نقل کی ہے، وہ غلط
ہے کیونکہ سعد بن عبادہ کا بدر مین شریک ہونا مختلف فیہ ہے در اصل یہ تقریر سعد بن معاذ کی ہے"
حالانکہ سیرۃ کے صفحہ مذکور مین مصنف نے اسکے متعلق خود کچھ نہین لکھا ہے، بلکہ بخاری و مسلم
کی ایک متفق علیہ حدیث کی عربی عبارت نقل کی ہے اور اسکا ترجمہ کر دیا ہے، بخاری و مسلم
دونون مین حضرت انس سے روایت ہے،

فقام سعد بن عبادۃ فقال (باب بدر) تو سعد بن عبادہ کھڑے ہوے اور انھون نے کہا،

اب اگر غلطی ہے تو امام بخاری و امام مسلم کی، کہ انھون نے سعد بن معاذ کے بجائے سعد بن عبادہ
کیسے کہدیا، اب اگر ان بزرگون کی روایت کو غلط کہا جائے تو ہمارے دوست خفا ہوتے ہین،
اور اگر قبول کیا جائے تو بھی خفا ہوتے ہین، اور کیون صاحب کیا صحیحین کی روایتون مین آپکے نزدیک
کبھی غلطی بھی ہوتی ہے؟ پھر فرماتے ہین کہ "اس تقریر کی نسبت سعد بن عبادہ کی طرف کرنا اس
لیے غلط ہے کہ بدر مین سعد بن عبادہ شریک نہ تھے، سعد بن معاذ شریک تھے،" العجب ثم العجب!
بات تو سمجھنی چاہئے، یہی تو مصنف کا استدلال ہے، مصنف کا دعوی یہ ہے کہ "بدر کی یہ تقریر مدینہ
مین کیگئی تھی، مدینہ سے باہر نکل کر اثنائے سفر مین نہین، کیونکہ اس تقریر کے کرنے والے حضرت سعد

بن عبادہ تھے، اور وہ اس سفر مین نہین نکلے تھے" چنانچہ مصنف صفحہ ۲۸۰ پر رقمطراز ہے،
"آنحضرت صلعم کے استمزاج کے جواب مین جن لوگون نے جان نثارانہ فقرے کہے تھے
مہاجرین مین حضرت ابوبکر و عمر و مقداد تھے، اور انصار مین سعد بن عبادہ تھے، سعد بن
عبادہ غزوۂ بدر مین شریک نہین ہو سکے تھے، اور مدینہ سے باہر نہین جا سکے تھے اسلیے
قطعاً تسلیم کرنا پڑیگا کہ سعد (بن عبادہ) نے یہ جواب مدینہ ہی مین دیا تھا"
اب آپ کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ صحیحین کی یہ روایت جس مین سعد بن عبادہ کا نام ہے
غلط ہے، اور دوسری روایت جس مین سعد بن معاذ کا نام ہونا چاہئے صحیح ہے، مگر پھر صحیحین
کی ایک روایت غلط ہوئی جاتی ہے، اس قیامت کا انسداد کیونکر ہوگا؟

(۲۱) "حضرت علی نے دعوت کا سامان کیا صفحہ ۱۰۵" اعتراض ہے کہ اس قصہ کی سند نہین
دی، ہان مصنف نے اسکا حوالہ نہین دیا ہے، کیونکہ یہ کوئی اہم واقعہ نہ تھا، اگر ہمارے دوست
کو اسکا حوالہ مطلوب ہے تو عرض ہے کہ دیکھئے طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۲۴، و مسند ابن حنبل
ج ۱ صفحہ ۱۵۹، حضرت علی کے نفس سامان دعوت کا واقعہ ابن اسحاق، و دلائل ابی نعیم اور بیہقی
وغیرہ مین مذکور ہے،

"اکتابت و طباعت کے اور ۲۱ یہ، کل ۳۹ اعتراضات کے جوابات معروض خدمت ہین،
یہ ہین وہ غلطیان جنکی کثرت سے بقول ہمارے دوست کے سیرۃ معمور ہے، اور نیز بقول ان کے
"یہ وہ اغلاط ہین جن مین تاویل کی گنجائش بہت کم ہے اور بحث کا موقع کالعدم ہے" اور ان کے
علاوہ اور بھی اغلاط ہین جن مین بحث کی گنجائش ہے"، اور اسی لیے ہمارے دوست نے انکو چھوڑ
دیا ہے، جب اس ناقابل دفاع حملہ کا یہ حال ہو تو جو ہمارے دوست کے نزدیک قابل دفاع ہے
اُس کا کیا حال ہوگا، ہمارے دوست نے آخر مین اپنے ان اعتراضات کی وسعت دکھانے کیلئے

لکھا ہے کہ "اغلاط مذکورہ، ۱- قرآن، ۲- حدیث، ۳- تاریخ، ۴- انساب، ۵- لغت وادب پر مشتمل ہیں"

مگر گذشتہ جوابات سے ہمارے ناظرین نے علوم وفنون کی اس وسعت کا اندازہ کرلیا ہوگا، **قرآن** کی جتنی غلطیاں ہیں وہ مطبعی ہیں، اور انکی تصحیح ہوچکی، **حدیث** کی عظیم الشان غلطی یہ ہے کہ بالمرء کی جگہ بلمرء چھپ گیا ہے، انساب کی غلطی یہ ہے کہ تیم کے بدلہ تمیم، جشم کے بدلہ خشعم چھپ گیا ہے، **لغت وادب** کی غلطیاں جو ہیں، ان میں کچھ تو ہمارے دوست کی ہیں، کچھ مطبع کی ہیں ایک دو (بکرا اور نواء) کے ترجمہ کی غلطی جو مصنف سے ہوئی تھی، کئی برس ہوئے کہ انکی تصحیح ہوچکی، غرض ۳۹ اعتراضات میں سے صرف ایک اعتراض ہم صحیح تصنیفی اعتراض تسلیم کرتے ہیں کہ ابن اسحاق نے متعدد صحابہ کو دیکھا تھا یہ بیشک صحیح نہیں، انھوں نے صرف حضرت انس کو دیکھا تھا، لاھم کو بھی ہم آدھا مان لینگے اس وسعت کی یہ تنگنائی حیرت انگیز ہے،

آج سے چھ برس پہلے ہم نے اپنے دوست کی اسی قسم کی کاوشوں اور محنتوں کو دیکھکر اونکی خدمت میں عرض کیا تھا کہ للہ سیرت کی کاپی بینی اور پروف خوانی ہم سے نہیں ہوسکتی، اس کام کو آپ کر دیجئے، انھوں نے اس وقت منظور کرلیا تھا، نہیں معلوم اب کیا خیال ہے؟

ہمارے دوست اسی طرح "ایک نظر" سیرۃ جلد دوم پر ڈال لیں تو اسکی بھی تصحیح ہوجائے، اور ہم بدل ممنون ہوں، بلکہ اسی غرض کے لیے تیسری جلد بھی حاضر کرینگے، انشاء اللہ

ابن رشیق اور المعز

اور

تاریخ قیروان کا ایک صفحہ

(۲)

از پروفیسر میمن عبد العزیز صاحب راجکوٹی ایم اے

المعز ہر چند کہ یا سرے سے شاعر ہی نہ تھا یا بیحد کم گو جس طرح ابن خلکان نے اس کے ترجمہ میں لکھا ہے، پھر بھی غضب کا سخن سنج اور دقیقہ رس تھا، گو یہاں اس بات کے ظاہر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ یہ المعز کونسا ہے جسکا درباری شاعر ابن رشیق تھا، مگر ہاں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مضمون نگار کو بتا دینا ضروری ہے کہ وہ المعز الفاطمی نہیں ہے جس طرح اس نے لکھا ہے بلکہ یہ المعز بن بادیس ہے جس سے مجھے اس مضمون میں سروکار ہے، المعز کی سخن سنجی یعیبون بلقیسیۃ البیت کیساتھ پہلے مذکور ہوچکی ہے، نیز اس نے ابن رشیق کے گذشتہ نونہ ہی سے تاڑ لیا تھا کہ "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"، پھر اس کے لامیہ نے تو المعز پر جادو کا اثر کیا یعنی کہ اس کو علاوہ صلہ واکرام کے اپنے دربار میں بھی لے لیا جس طرح گذرا ہے، جب تک اقبال نے المعز کا ساتھ نہ چھوڑا اس نے بھی اپنے شاعر کو اور کسی کے در پر جبہ سائی کا محتاج نہ ہونے دیا، مگر آئندہ پھر ایک طویل عرصہ کے بعد یہ حالت نہ رہی، علی ما سیأتی۔ انتہی شہرت انکار الافکار میں راوی ہے،[1]

کہ المعز نے ایک دن ابن رشیق اور مجھسے فرمائش کی کہ کیلے کی صفت میں قافیہ غین پر فی البدیہ ایک ایک قطعہ لکھیں، چنانچہ ہم دونوں نے تعمیل کی، پھر کہا ذال پر بھی لکھو چنانچہ اس پر بھی کہا جن اتفاق سے اتحاد مضمون کے باعث دونوں کے اشعار کچھ اس طرح غیر معمولی طور پر متحد اللفظ والمعنی

[1] البدائع (۲۰۶، ۲۰۶)

تھے کہ سب حاضرین دربار نے استعجاب ظاہر کیا حالانکہ ہم نے الگ الگ بیٹھکر لکھے تھے،

ولقد قال بعض من حضر ذلک الیوم ما ندری مم نتعجب أمن سرعة

البدیهة ام من غرابة القافیة ام من حسن الاتفاق (ملاحظہ ہو النتف فی ذیل)

المعز ہمیشہ اپنے شاعر کی طبیعت کی روانی اور آمد کا اندازہ کرنے کے لیے فی البدیہہ کہنے کی فرمایش

کیا کرتا تھا نیز تاکہ اور شعراء اسکو ابن رشیق کی تقدیم پر معذور سمجھین، ابن بسام[1] راوی ہے کہ،

ایک دن ابن رشیق المعز کے دربار مین پہنچا جبکہ کئی اور ادبا بھی حاضر تھے، المعز کے

ہاتھ مین ایک ترنج تھا جو کندن کی طرح دمک رہا تھا اور شعلہ کی طرح دہک رہا

تھا، ابن رشیق سے فرمائش کی کہ اس پر کچھ کہو، سو اس نے کہا،

اترجة سبطة الاطراف ناعمة　　تلقی النفوس بحظ غیر منحوس

اس ترنج کے پتے چوڑے اور ملائم ہین　　دیکھتے ہی جی خوش ہو جاتا ہے

کأنما بسطت کفا لخالقها　　تدعو بطول بقاء لابن بادیس

گویا یہ اپنے خالق کی بارگاہ مین دست بدعا ہے　　کہ خدا المعز کو سدا سلامت رکھے

قال ابن خلکان فاستحسن ذلک منه وفضله علی من حضر من جماعة الشعراء۔

ناچیز کہتا ہے کہ ترنج کے ساتھ پتہ بھی تھا، اور کہ یہ بیت اگر ابن رشیق مہینون سوچ کر بھی کہتا تو ہم

لاجواب ہوتے چہ جائیکہ اسے بالبداہتہ کہنے پڑے،

اسی طرح جب ایک مرتبہ المعز اپنے دشمنون کے مقابلہ مین مظفر ہو کر پلٹا تو اس کے شاعر

نے آگے بڑھکر سنایا،

وکانما رایته شمس یوم اقتحامه　　اید تشیر الی العدو تسلمه او بانهزامه

جب اس کے علم روز جنگ لہرا رہے ہون، تو گویا اس ہاتھ سے مشابہ ہوتے ہین جو دشمن کو صلح یا اسکی شکست کا پتہ دے رہے ہون

[1] ابن خلکان ۲-۱۰۵۰، البدائع ۲-۳۹۲

ایک مرتبہ المعز اپنے دار الخلافت سے کہین دور چلا گیا، اتنے مین عید کا دن آیا آسمان پر گھٹا چھا

گئی اور پھر برسی، اس پر ابن رشیق نے کیا خوب کہا[1]،

تجهم العید وانهلت مدامعه　　وکنت اعهد منه البشر والضحکا

عید نے اپنا منہ لبسور لیا اور اسکی آنکھیں بہنے لگین　　حالانکہ مین سدا سے اسکو ہنستا دیکھتا تھا

کأنما جاء یطوی الارض من بعد　　شوقا الیک فلما لم یجدک بکی

گویا وہ دور دراز کا سفر طے کر کے تجھے دیکھنے آئی تھی　　مگر جب تجھے موجود نہ پایا تو رو پڑی

مگر جب المعز کو سیلاب عرب کے باعث قیروان کا تخلیہ کر کے مہدیہ مین رہنا پڑا تو ان پریشانیون

نے (دکھ ماتم) اس کے مزاج مین چڑچڑاہٹ اور بوکھلاہٹ سی پیدا کر دی جس کے باعث اوس کے

شاعر کو اپنی ناخوشگوار رحلت اختیار کرنی پڑی،

اُس کی معاشرتی حیات

بڑا خلیق ملنسار اور باوفا تھا ہمین اپنے ابیات مین بتاتا ہے کہ وہ بداخلاق سے بھی بداخلاقی سے

پیش آنا روا نہین رکھتا

من جفانی فاننی غیر جاف　　صلة او قطیعة فی ف (البیتین)

اپنے دوستون سے کہتا ہے کہ میری ظاہری پژمردگی اور ترش روئی دیکھکر کہین یہ خیال کر لینا

کہ دل راہِ دوستی سے منحرف ہو گیا ہے اور کیا خوب کہتا ہے،

احب اخی وان اعرضت عنه　　وقل علی مسامعه کلامی

میرا دوست میرا دوست ہی رہتا ہے گو مین اس سے　　بے رخی برتون یا اس کے کان مین میری باتین کم پڑین

[1] المعاہد ۲-۱۷۲، الخزانۃ الحموی ۲۱۲،

ولی فی وجہہ تقطیب راض — کما قطبت فی وجہ الملام

یا کبھی اسکو دیکھکر مین ترش رو ہوجاؤن — جس طرح تم شراب کو دیکھتے ہی منھ بنالیتے ہو

ورب تقطب من غیر بغض — ولبغض کامن تحت ابتسام

کہ بعض آدمیونکی ترش روئی اندرونی بغض کانتیجہ نہین ہوتی، اور بعضونکی مسکراہٹ کے نیچے دشمنی پنہان ہوتی ہے،

صفار کی گذشتہ حکایت مین آچکا ہے کہ "مجھے دیکھتے ہی خوشی سے اٹھا، میرا استقبال کیا، اور میرے ہاتھ مین ہاتھ دیکر گھر کے اندر لیچلا"، انموذج مین ایک پرلطف حکایت[1] ہے،

مین نے ابوالحسن محمد الصرائری کو قیروان کے بازار مین ایک پھٹی ٹوٹی پوستین مین جوانکے گھٹنون کو بھی نہین ڈھانک سکتی تھی اور ایک تیانوسی کلاہ مین کسی قصاب کی دکان پر گوشت خریدتے ہوئے دیکھا، اس پر مین فوراً چھپ گیا کہ مبادا کہین مجھے دیکھکر وہ شرمسار نہ ہون پھر اپنے گھر سے ایک جامہ دان لیکر ان کے گھر پہنچا اور دیکھا کہ وہ تو ایک پر تکلف پوشاک پہنے ہنڈیا پکار ہے ہین مین نے پہونچتے ہی سلام کیا۔ وہ میری اس غیر معمولی حالت کو دیکھکر چونک اٹھے اور بولے خیر تو ہے! اس پر مین نے پورا ماجرا سنادیا بولے بھائی مجھے بازار مین عوام سے سروکار تھا اس لیے انھی کے لباس مین ان سے ملا،

اساتذہ کے بیان مین گذرا ہے کہ وہ ان کے نام نہایت ادب اور نیازمندی سے لیتا ہے جابجا ان کے زرین کلمات سے اپنی کتاب کو سجاتا ہے، اور اگر کسی کا قول غریب اور محتمل رد ہو تو نہایت خفی طریق سے اس پر نکتہ چینی کرتا ہے، اپنے ولیٔ نعمت ابن ابی الرجال کا بار بار ذکر کرتا ہے، گویا اس احساس کے سامنے اس کی گردن خم اور دوش گران ہے، تاریخی مواد کے نہ ملنے کی صورت مین جو کچھ اس باب مین اس کے اشعار مین ملا وہ حسب ذیل ہے، یعنی کہ وہ اپنے کلام مین ہمین قناعت کی تلقین کرتا ہے (التعب[2]) عوام سے احتراز کی سخت تاکید

لہ البیان ۱/۲۳۳ - سہ یہ قوافی کے الفاظ ہین النقد مین دیکھے جاسکتے ہین،

کرتا ہے (الاکفاء، الصموت) موت اور حشر سے ڈرتا ہے اور یوم الجزار کے ذکر تک سے تھرانے لگتا ہے (انقضاء، ظلل) حقیقت اور جوہر کا طالب ہے نہ کہ جیجہ و دندنہ، اور فخفخۃ وطنطنۃ کا (معتمد) مال کو اس کے ہاتھ مین قرار نہین جس کے باعث خود ہی اپنے ہاتھون کا شاکی ہے (جودی) نہایت منکسر المزاج ہے عمدہ[1] مین کئی قصاید کی ابتدا رات دکھا کر کہتا ہے،

وقد قلت انا وان لم ادخل فی جملۃ من تقدم ولا بلغت خطتہ

اسکی علمی حیات

غضب کا واسع الاطلاع ہے، غیر معمولی مقدار مین علمی مواد اس کے ہاتھ لگا ہے، العمدہ لکھنے سے پہلے اس موضوع کی ساری ممکن الحصول چھوٹی بڑی کتابون پر نظر ڈالی ہے، اکثرین سے گذر کر مقلین تک کے دواوین کی بھی روایت کی ہے، العمدہ[2] مین ضباب بن سبیع بن عوف الحنظلی کا جو بالکل غیر معروف شاعر ہے ایک بیت روایت کر کے کہتا ہے، ہکذا روایتہ بالحاء غیر معجمۃ وھو الصحیح وبعضھم یرویہ غمۃ بالغین معجمۃ - اسی طرح ایک[3] جگہ لکھتا ہے کہ،

یہ دو بیت صددت الکأس عنا ام عمرو[4] اللتین جو عمرو بن کلثوم کے معلقہ مین پائے جاتے ہین فی الواقع عمرو بن عدی (ذوالطوق جذیمۃ الأبرش کے بھانجے) کے ہین، مگر پھر عمرو نے انکو اپنے معلقہ مین ملالیا، اور یہ بات متقدمین کے نزدیک بشمول ابو عمرو بن العلاء بالکل معیوب نہین،

ناچیز کہتا ہے کہ یہ قصہ تبریزی زوزنی اور ابن کیسان وغیرہم کی شروح تک مین کہین نہین ہان ابوالعلاء نے رسالۃ[4] الغفران اور بغدادی نے الخزانۃ[5] مین اسکو روایت کیا ہے اور یہ دونو

لہ ۱/۱۵۳، ٢ ۱/۱۹، ٣ ۲/۲۱۷، ٤ مصر ۲/۶۰، ٥ ۳/۹۸۴،

سعت اطلاع و روایت مین اپنی نظیر آپ ہی ہین۔ العمدہ مین جن جن کتابون کے حوالہ دیتا ہے انہین
دیکھکر بے ساختہ منھ سے یہ سوال نکلتا ہے "انی لک ھذا"، ہان گر وہ بھی تو جواب دیگا "ھو
من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب"، اس بات کا ذکر کرنا شاید فائدہ سے خالی
نہ ہو جبکہ اکثر ادبار کو اس کی جستجو رہتی ہے کہ جمہرۃ اشعار العرب ہر چند متقدمین کو نہین ملی مگر ہمارے
دوست کو ضرور ملی ہے وہ لکھتا ہے[1] وقال محمد ابن أبي الخطاب في كتابه الموسوم بجمهرة
أشعار العرب۔ اپنے عہد کے علماء و شعراء کا عموماً ذکر کرتا ہے مثلاً کہتا ہے[2] وزعم ابواسامة فيما
رأيته بخطه وقد عاصرته وكان علامة باللغة، اسی طرح وہ ابوالعلاء کے علم و فضل کی
اس طرح داد دیتا ہے کہ باوجود معاصرت (سنہ وفات ابوالعلاء ۴۴۹ھ ہے) اس کے
دو بیت من غیر صنعۃ اللزوم[3] العمدہ مین نقل کرتا ہے،

یہ سب باتین روایت سے متعلق تھین مگر درایت مین بھی اپنی نظیر نہین رکھتا نہایت
دقت نظر اور غموض فکر کے ساتھ ہر ایک قول کی جانچ پڑتال کرتا ہے اگر کھرا ہو تو تائید ورنہ
پھر تزییف کر دیتا ہے، علاوہ اساتذہ پر مؤدبانہ نکتہ چینیون کے الاصمعی[4]، الصاحب[5] ابن عباد، اور
قاضی[6] جرجان صاحب وساطۃ پر بھی اپنی اپنی جگہ نہایت دقیق اور برمحل انتقادات کیے ہین، حالانکہ
خود ہی قاضی جرجانی کی فضیلت کے متعلق لکھتا ہے[7] وھو احسن مذھبا واکثر تحققا من کثیر
ممن نظر فی ھذا الشأن۔ ایک[8] اور جگہ شعرائے عصر کو ایک طول طویل وصیت کرتا ہے کہ تمہین
معقول اور حق اعتراضات پر چین بجبین نہ ہونا چاہیے بلکہ فراخ دلی سے ان کو مان لینا مگر پھر اپنے
کسی معاصر کی نکتہ چینیون کی خوب ہی قلعی کھولدی ہے، جسکا کچھ حصہ عمدہ کے ذیل مین آئیگا۔ اسکی

[1] العمدہ ۱/۱۶۱، [2] ۲/۱۴۸ عمدہ - [3] ۲/۸۲ - [4] ۲/۱۹۳ - [5] ۲/۱۹۳ - [6] ۲/۱۹۵،
[7] ۲/۲۱۵ - [8] ۲/۱۸۵ -

نکتہ رسی اور ژرف بینی کا اس سے کچھ اندازہ ہو سکے گا کہ متنبی[1] کے مرثیۂ والدۂ سیف الدولہ کے ان بیت کو

رواق العز فوقک مسبطر وملک علی ابنک فی کمال

نقل کرکے صاحب اسمٰعیل کا اعتراض لکھتا ہے کہ لفظ مسبطر کا عورتون کے مرثیہ مین لانا انتہا
درجہ کی بیہودگی ہے، پھر اس پر اضافہ کرتا ہے کہ لفظ فوقک کہکر اس قباحت کو اور دوبالا کر دیا اور
اپنی نالائقی کا ثبوت پیش کیا، مگر ناچیز کہتا ہے کہ الوساطہ[2] اور شرح واحدی[3] متنبی مین بیشک فوقک ہے مگر علیکِ تمہین
مصر مین اسکی بجائے حولک ہے نیز دونون شرحون مین ابوبکر الشعرانی شاگرد متنبی کا یہ قول ہے کہ اس نے پڑھتے
وقت مسبطر کی جگہ مستطیل بنوا دیا تھا گویا اس طرح صاحب اور ابن رشیق دونون کے اعتراضات رفع ہو گئے
ایک[4] جگہ جریر کے تین ابیات نقل کیے ہین جن مین وہ اپنی ایک رات کی خوبی کو بیان کرتا ہے
ان کا آخری بیت یہ ہے،

فیالک یوماً خیرہ قبل شرہ تغیّب واشیہ واقصر عاذلہ

پھر اصمعی سے راوی ہے کہ جب مین شعر جریر پڑھتے پڑھتے اس بیت پر پہنچا تو میرے استاد خلف الاحمر نے
کہا ویحہ ماینفعہ خیر یؤول الی شر اس پر اصمعی بولے مین نے تو ابوعمرو بن العلاء سے اسی طرح
پڑھا ہے، انھون نے کہا تم بھی سچے ہو اور جریر نے بھی یونہی کہا ہے مگر جریر الفاظ کی پورے طور پر چھان
بین نہین کرتا تھا، پھر اس نے اس طرح بنوایا خیرہ دون شرہ اور کہا فارو ہکذا فقد کانت
الرواۃ قدیما تصلح اشعار الاوائل۔ ابن رشیق کہتا ہے یہ اصلاح شاید خلاف ظاہر ہے اس لیے کہ
شاعر یہ کہتا ہے کہ رات بھر محبوب سے وصال رہا اور پھر صبح کو فراق ہو گیا اس لیے خیرہ قبل شرہ بالکل صحیح ہے
پھر "دون" کا لفظ قبل کے معنی مین بھی آتا ہے پھر اس اصلاح سے کیا فائدہ کہ ہنوز ابہام باقی رہیگا الخ
باب[5] رخص الشعر مین لکھتا ہے کہ شاعر کو تقدیم و تاخیر کی اجازت ہے مثلاً،

[1] ۲/۱۲۴ [2] العمدہ، [3] ۱/۸۱، [4] ۲/۲۲، [5] ۲/۱۹۲، [6] ۲/۲۱۳، [7] ص ۵۶، ۳۰

وماذاك ان كان ابن عمي ولا اخي   ولكن متى ما املك الضر انفع

برفع العین یعنی کہ اصل مین ولکن انفع متی ما املک الضر تھا تاکہ انفع کے رفع کی توجیہ ہو سکے، پھر بطور
نقد کہتا ہے کہ اچھا تو پھر اس مین اور (یا اقرع بن حابس یا اقرع   انك) ان یصرع اخوك تصرع
مین کیا فرق رہجاتا ہے، ہان ہم اس فرق کو نہ مانین گے ہرچند کہ ہمسے زیادہ ذہین اور فہیم علماء نے مان لیا ہے
ناچیز کہتا ہے کہ سیبویہ تصرع کو انک کی خبر گردانتا ہے اور ان یصرع کا جواب محذوف ہے کہ تصرع خبر ان
اس پر دلالت کرتی ہے، مگر مبرد فاء جواب کو مقدر مانتا ہے گویا اس کے نزدیک اصل مین فتصرع تھا،
یہ باتین دلیل ہین کہ ہمارا دوست کسی کا مقلد اعمی نہین بلکہ حکمت کا طالب ہے، فحیثما وجدہا فہو احق بہا
یہان مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بحتری المغرب محمد بن ہانی کی شاعری کے متعلق کچھ رائین
نقل کرون، ابن خلکان[۲] لکھتا ہے،

یہ مشہور ہے کہ جب ابو العلاء المعری ابن ہانی کا کلام سنتا تو کہا کرتا کہ میرے خیال مین
تو یہ اس چکی کی گڑگڑاہٹ سے مشابہ ہے جو سینگ پیس رہی ہو کہ اس کے الفاظ ضرور پرشوکت
ہوتے ہین، نیز وہ کہا کرتا کہ ان شاندار الفاظ کے نیچے خلاف امید کوئی دقیق معنی پوشیدہ
نہین ہوتا، ابن خلکان کہتا ہے کہ معری کی یہ رائے کسی طرح منصفانہ نہین شاید متنبی کی
بیجا حمایت نے اس سے یہ الفاظ کہلوائے ہین،

ابن شرف[۳] کی رائے ملاحظہ ہو

ابن ہانی کا کلام رعد ہے، منسجم اور متسلسل ہوتا ہے، بنیاد (الفاظ) پختہ ہے مگر معانی
متانت سے خالی ہین، کبھی تو وہ اس قدر تنگ ہو جاتے ہین کہ خفا مین نقطہ نظام سے

---

[۱] الخزانۃ ۳، ۲۹۷، ۳، السہیلی ۱، ۱۶۰،   [۲] ترجمہ ابن ہانی ۲، ۵   [۳] مقامتہ الانتقاد
من مجموعۃ رسائل البلغاء ۲۵۱ و الاحاطہ ۲، ۱۳۴۔

نمبر لیجاتے ہین مگر جب الفاظ کے ساتھ معانی بھی پرشان ہون تو پھر وہ گویا پھینکتا ہی جو پہاڑ
تک کو اپنی جگہ سے ہلادے،

ادھر ایک نگاہ ابن رشیق[۱] پر بھی دوڑائیے وہ کیا کہہ رہا ہے،

ایک فریق ناحق شور و شغب مچاتا، اور بے سود گڑگڑاتا اور بڑبڑاتا ہے، حالانکہ شاید
ہی کبھی کوئی اچھے معنی ان کے ہاتھ لگے ہون، جس طرح ابن ہانی اور اس کے پیرو ہین……
اس کے ہان آورد کے ساتھ آمد بھی ہے جب وہ عنان طبیعت کو ڈھیلا چھوڑتا ہے تو چیدہ شعرا
مین جگہ پاتا ہے، مگر جب فخامت و جزالت الفاظ کا جن اس کے سر پر سوار ہو اور آورد پر اپنا
پورا زور صرف کرے تو نہ صرف اپنی جان کو مبتلائے زحمت کرتا ہے بلکہ سامعین کی بھی اچھی
خاصی مغز پاشی اور سمع خراشی کر دیتا ہے،

اسکے کلام کا نمونہ

ابن رشیق نے چونکہ دقیقہ رس طبیعت پائی تھی، اور جس طرح ابھی بیان ہوا وہ محض ظاہری
نمود یعنی تحسین الفاظ و جزالت تراکیب کا دلدادہ نہین، نیز قراضۃ الذہب کے ذکر مین آئیگا کہ وہ سرقہ
مضامین پر اور شعراء کو سخت ملامت کرتا ہے، تو یہ امید کیسے کیجائے کہ وہ ان دونون قباحتون کا خود
ہی مرتکب ہو، بنا برین اس کے کلام مین معانی دقیقہ، خیالات جدیدہ، اور اچھوتی تراکیب و صنائع
غیر معمولی مقدار مین پائے جاتے ہین، مثلاً

آہ جان سوز   ان كنت تنكر ما منك ابتليت به

اگر تجھے انکار ہو کہ مین نے تیری راہ مین کیا کیا بلائین جھیلی ہین،

فان برء سقامي عز مطلبه

تو حقیقت یہ ہے کہ میرے مرض کا علاج بہت مشکل الحصول ہو رہا ہے،

---

[۱] عمدہ ۱، ۸۱

اشربعود من الکبریت نجی نی

ذرا ایک دیا سلائی میرے منھ کے پاس لا

وانظرالی زفراتی کیف تلہبہ

اور پھر دیکھو میری آہین آگ کیسے سلگا دیتی ہین،

غزل | وقائلۃ ماذا الشحوب دذا الضنیٰ — ایک مرتبہ اسنے پوچھا یہ پژمردگی رنگ اور غیر معمولی لاغری کیسی؟

فقلت لہا قول المشوق المتیم — سومینے اسکو وہی جواب دیا جو عاشق سرگردان دیسکتا تھا

ہواك اتانی وہو ضیف اُعزہ — ترا عشق جو قابل تکریم مہمان تھا میرے یہان آیا،

فاطعمتہ لحمی واسقیتہ دمی — سو مین نے اپنے گوشت اور خون سے اسکی تواضع کی

قافیہ ابیات پہلے گذر گئے ہین ان پر ایک مرتبہ اور نگاہ دوڑا لیجایئے

مدح | اُصح واُقوی ما سمعناہ فی الندی — قوی سے قوی اور صحیح سے صحیح حدیث سخاوت جو ہم نے

من الخبر الماثور منذ قدیم — کبھی سے اساتذہ حدیث سے سُن رکھی ہے،

احادیث یرویہا السیول عن الحیا — وہ حدیث ہے جسکو سیلاب بارش سے، بارش

عن البحر عن کف الامیر تمیم — سمندر سے اور سمندر تمیم بن المعز کے فیض ہاتھ سے روایت کرتا ہے،

چونکہ گذشتہ بیتون مین صنعت سلسلۃ العنعنۃ ہے اس لیے انکی خوبی کی بہت داد دیگئی ہے ۱

وصف کے متعلق تاریخ کی صنعت کے دو شعر گذر چکے ہین۔

سألت الارض لم کانت مصلّی — مین نے زمین سے پوچھا کہ تو سراسر پاک صاف

حسن تعلیل | ولم جُعلت لنا طہرا وطیبا — اور نماز ادا کرنے کے قابل کیون بنائی گئی ہے کہ جعلت لی الارض مسجدا وطہورا (حدیث)

فقالت غیر ناطقۃ لأنی — سو اس نے زبانِ حال سے جواب دیا اس لیے کہ

ضممت لکل انسان حبیبا — میرے ہان ہر محب کا محبوب ہے،

۱ ملاحظہ المعاہد ۲۱۹

اذا ما خفت البیتین یہ بیان شیب مین آئینگے

تجہمہ العید البیتین یہ دونون بھی گذر چکے،

حکم و امثال | احب اخی وان اعرضت عنہ — معارف:- اپنے بھائی سے محبت کرتا ہون اگرچہ مین

وقل علی مسامعہ کلامی — اس سے رخ پھیر لون، اور اسکے کانون مین میری گفتگو کم پڑتی ہے،

ولی فی وجہہ تقطیب راض — اور اسکے روبرو میرے چہرہ مین خفا مند آدمی کیطرح ترشی ہوتی ہے،

کما قطبت فی وجہ المدام — جس طرح شراب کو دیکھکر (جو محبوب ہے) منھ بنا لیتے ہو،

ورب تقطب من غیر بغض — چہرہ کی ترشی اکثر عداوت کے بغیر بھی ہوتی ہے،

وبغض کامن تحت ابتسام — اور اکثر عداوت (ظاہری) تبسم کے پیچھے بھی چھپی رہتی ہے،

فی الناس من لایرتجی نفعہ — بعض لوگون سے اس وقت تک نفع کی توقع نہین کیجا سکتی

الا اذا مس باضرار — جب تک اونکو کوئی ضرر نہ پہنچایا جائے۔

کالعود لا یطمع فی طیبہ — جسطرح عود ہندی کہ جب تک اسکو آگ مین جلایا جائے

الا اذا اُحرق بالنار — وہ کبھی خوشبو نہین دیتی،

صنعت توجیہ مین یہ دو بیت اپنی نظیر آپ ہی ہین،

فراق | قد طال حتی خلتہ — شبِ فرقت نے کچھ اتنا طول پکڑا کہ اسکا ہر طرف

محتمل الضدین | من کل ناحیۃ وسط — وسط ہو گیا،

وتکررت فیہ المنازل — بلکہ اسکے منازل قمر (جو ل بھلیان مین پڑکر) بار بار طلوع ہوے

نزل منہ لا منیّ الغلط — سو یہ غلطی رات کی تھی نہ میری یار رات کی تھی ہی نہین بلکہ میری

شب فراق کو خطِ دائرہ قرار دیا ہی جسکا ہر حصہ وسط ہے اور چونکہ اس کا کوئی طرف یعنی سرا ہی نہین،
اس لیے ختم کیونکر ہو؟، دوسرے بیت مین توجیہ ہے کہ غلطی کو چاہین رات کی طرف منسوب کرین کر

اس نے بھول کر بار بار منازل کو اپنی مقررہ رفتارون کو طے کرنے کے بعد پھر طلوع کیا یا ابن رشیق کی طرح کروہ اختر شماری مین دھوکا کھاگیا،

بدیہہ گوئی مین آفت ہے جب کبھی اس سے کوئی فرمائش کیگئی ہے اس نے فوراً دو دن ان بیلغ بدیعۃ اسکی تعمیل کردی، اس نوع کی باتین کچھ تو بغیر تفصیل کے گذر گئین اور باقی نتف مین ملاحظہ ہون یہان صرف ایک ارتجال پر اکتفا کرتا ہون:-

وہ[1] خود کہتا ہے کہ میرے ایک دوست کی فرمائش تھی کہ اگلے بیت کی صرف ایک بیت مین تضمین کرون،

فان فخرت بآباء لھم شرف — اگر تجھے اپنے اسلاف کی شرافت پر گھمنڈ ہو۔

قلنا صدقت ولکن بئس ما ولدوا — تو ہم کہین گے بیشک تو سچا ہے مگر اخلاف برے ہین

تو مین نے کہا:-

اصبحت من جملۃ الاشراف اذ ذکروا — تو شرفا کے مابین اُس کے ایک پتہ سے

کواحد الآس لا یزکو لہ عدد — مشابہ ہے جسکا ثانی کبھی وجود مین نہین آیا،

جہانتک خاکسار کی نظر ہے عربی مین چار قصیدے شہر آشوب کہے جا سکتے ہین،

(۱) صالح بن شریف الرندی کا مشہور نونیہ جو نفح الطیب[2] وغیرہ مین ہے۔

(۲) ابن الابار البلنسی[3] الکاتب صاحب التکملۃ للصلۃ کا وہ طویل سینیہ جو اس نے ابو زکریا بن ابی حفص شاہ تونس کے دربار مین سنایا تھا، جسکا مطلع ہے،

ادرک بخیلک خیل اللہ اندلسا — ان الطریق الی منجاتھا درسا

(۳) شمس الدین الواعظ الکوفی کا نونیہ جس مین بغداد کی تباہی کا نقشہ کھینچا ہے، جسکا مطلع ہے،

[1] الشریشی ۲/۱۴۷۔ [2] نفح الطیب ۲/۸۰۲ مصر [3] فوات الوفیات ۱/۲۸۰ بولاق،

ان لم تقرح ادمعی اجفانی — من بعد بعدکم فما اجفانی !

یہ نونیہ ابن رشیق کے نونیہ کی صدائے بازگشت ہے،

(۴) اور سب سے پہلا بلحاظ عصر ہمارے دوست کا نونیہ جو ابن الکوفی کے نونیہ کا مقتدے اور امام ہے، یہ اصل مین ۱۲۲ ابیات کا تھا جس کے ۵۷ ابیات معالم[1] الایمان مین موجود ہین، کونسا قسی القلب ہے جو اس کے رقت آمیز ابیات کو پڑھکر جو درد مند دلون کے لیے تیر و نشتر ہین پگھل جائے دل تھام نہ لے، اور قیروان کے شرفا، علما، امرا وغیرہم کی بربادی اور خانہ براندازی کے اندوہ ناک حوادث ابن رشیق کی جادو بھری زبان سے سنکر آٹھ آٹھ آنسو نہ روئے، فخفف اللہم!

وہ ارذل العمر مین،

ابن رشیق، المعز، اور الدولۃ المعزیۃ ان تینون کو خدائے وہاب کی طرف سے ایک ساتھ شباب اور شیخوخت عطا ہوئے ہم نے پچھلے صفحات مین اپنے دوست کو دنیا کی ہر طرح کی چہل پہل مین حصہ لیتے دیکھ لیا، مگر اب ہم اسے بد قسمتی سے ایک ہی وقت مین دو بلاؤن مین مبتلا پاتے ہین یعنی پیری اور عسرت

وبئست الخلتان الحزن والکبر۔

وہ بڑھاپے کا ذکر علاوہ ان قوافی کے للشیب، بلق الغراب، اور عن الصواب، اپنے دو شہرۂ آفاق بیتون مین اس طرح کرتا ہے،

اذا ما خفت لعھد الصبی — أبت ذلک الخمس والاربعونا

جب مین عہد طفلی کی باتین کرنے لگتا ہون — تو پینتالیس (سال) مجھے روکدیتے ہین

وما ثقلت کبراً وطأتی — ولکن اجر ورائی السنینا

میرا قدم بڑھاپے کے باعث بھاری نہین پڑا — بلکہ مین تو اپنے پیچھے (پینتالیس) سالون کو گھسیٹ رہا ہون

[1] معالم ۱/۱۸۱/۵ –

اور حرفۂ ادب کا اس طرح،

مالانت یادھر بالاھوال تفجعنا — الا لمن یقرع الجلمود بالحزن البیتین

أشقی لعقلك أن تکون أدیبا — او أن یری فیك الوری تھذیبا

مادمت مستویا فعلك کلہ — عوج وان أخطأت کنت مصیبا

جب تک تو سیدھا رہیگا تیرے سارے کام ٹیڑھے — رہینگے اور اگر تو ٹیڑھا بنگیا تو تیرا کام بھی بنجائیگا

کالنقش لیس یصح معنی ختمہ — حتی یکون بناؤہ مقلوبا

جس طرح مہر کا نقش، کہ جب تک وہ الٹا — نہ کھودا جائے کبھی چھپنے مین سیدھا نہین آسکتا

عزم سفر

ابن رشیق برخلاف اپنے معاصرین کے حب الوطن من الایمان پر ایمان رکھتا تھا، ہم دیکھتے ہین کہ ابو الفضل الدارمی جسنے قیروان کو ایک طرح وطن بنالیا تھا باوجود ضرورت بھی بہت کم ٹھہرا

وعنفت لی فی المقام ضرورۃ — بالقیروان وما بھا سلطان الابیات[1]

مگر ابن شرف نے تو صاف ہی کردی کہ ہنوز المعز قیروان سے منتقل ہوا بھی نہ تھا کہ اس نے سسلی[2] کی راہ لی، الغرض جب بحکم ضرورت المعز نے قیروان کو چھوڑ دیا اور ساتھ ہی ساتھ مجد وعز نے بھی اس کا ساتھ چھوڑا تو ابن رشیق نے بھی محض حفظ ذمام کی خاطر بفحوائے حسن العہد من الایمان اپنے مولی کے پیچھے پیچھے مہدیہ کا رخ کیا، مگر المعز کی پریشانیون نے اس کے دل سے ہمارے دوست کی دلجوئی کا سبق بھلا دیا تھا جس طرح ابن بسام کی روایت سے معلوم ہوتا ہے،

یکایک شام کے بعد مہدیہ پر رومیون کا بیڑا آدھمکا اور سمندر مین قیامت خیز طوفان بپا کردیا، جب قریبا پو پھٹنے کا وقت ہوا تو ابن رشیق المعز کے ہان پہنچا، دیکھا وہ جانماز

[1] معالم ۳ ۲۰۲، [2] یعنی ۴۴۹ھ مین کما فی المعالم ۳ ۲۳۹، [3] مسالک الابصار صقلیہ ۱۵۶ -

پر بیٹھا ہے، عرضیان گذرانی جارہی ہین، اور شمع روشن ہے، ادھر اس نے چھوٹتے ہی اپنا بائیہ قصیدہ چھیڑ دیا جسکا مطلع ہے،

تثبت لا یحزنك اضطراب — فقد خضعت لعزتك الرقاب

المعز نے کہا بس بس، تمنے مجھے کب غیر متثبت پایا تھا، جب کلام ایسا ہی بارد ہو تو پھر ہماری طرف سے خاموش کیون نہین ہو رہتے، پھر حکما قصیدہ والے رقعہ کو پارہ پارہ کرادیا اور اس پر ہی قناعت نہ کی بلکہ شمع کے قریب لاکر اسکو جلا ڈالا

اب رہا یہ امر کہ اس نے کس سنہ مین سسلی کی طرف رحلت کی ہے، سو ابن بسام کے پچھلے بیان مین علی مانقل عنہ ابن فضل اللہ یہ الفاظ ہین تو ابن رشیق اندھا دھند سسلی کی طرف منہ کئے روانہ ہوگیا غیرت کا تقاضا بھی یہی تھا، کہ

وما یقیم علی ضیم یراد بہ — الا الأذلان عیر الحی والوتد

متنبی صرف اس بنا پر شام سے مصر چلا گیا تھا کہ ایک روز ابن خالویہ لغوی نے اپنا رومال گھما کر اس کے منہ پر کنجی ماردی اور سیف الدولہ نے مطلق حمایت نہ کی، ہرچند کہ سسلی اس لائق نہ تھا کہ وہ اندنون سخت تباہی مین مبتلا تھا مگر مہدیہ سے قریب ترین بندرگاہ ضرور تھا، مگر صاحب لبساط لکھتا ہے کہ شاہان صقلیہ از آل حسن کی داد و دہش کا شہرہ سنکر وہ المعز کی وفات کے بعد ۴۵۳ھ ہی مین چلا گیا، ہمارا پچھلا بیان اسکی تردید کے لیے کافی ہے، رہا سنہ رحلت سو بظاہر ۴۵۲ھ ہونا چاہیے

ہمارا بوڑھا دوست صقلیہ مین

افسوس ہے کہ سسلی کی زندگی کے حالات کے متعلق ہمارے ہاتھ مین کوئی تاریخی یا ادبی

[1] صاحب لباط نے یہان یہ الفاظ نقل کیے ہین حتی جحد تثبتی یا تثبتی لا تثبت اور باقی قصہ نذارد اور اس واقعہ کو اس بات کی دلیل گردانتا ہی کہ ابن رشیق آڑے وقتون مین المعز کا دل بہلادیا کرتا تھا، وھل ھذا الا اختلاق،

دستاویز نہین جس کے اسباب بظاہر چند ہو سکتے ہین (۱) کہ یہان آن کر اس نے کوئی قابل ذکر علمی کام نہین کیا کہ یہ اسکا پیری اور پریشانی کا عہد تھا، (۲) یہان کے ملوک یعنی آل حسن بن علی اس سے پیشتر ہی باہمی خانہ جنگیون اور رومیون کے حملون سے زندگی کے آخری لمحے گذار رہے تھے نیز عین اس وقت تورجار شاہ مالطہ نے سسلی کا بیشتر حصہ فتح کر لیا تھا، جس طرح الشریف الادریسی نزہتہ المشتاق مین لکھتا ہے[1]۔

ولما کان فی سنة اربعمائة وثلاث وخمسین سنة افتتح غربلادھا وقھر من معه طغاته ولاتھا واجنادھا الملک المعظم رجار بن تنقرید خیر ملوک الافرنجیین۔

ممکن ہے کہ انہین پیاپے حملون مین وہ بے موت مرا ہو، (۳) حالات لکھتا تو کون؟ کہ سسلی کے ہر کلمہ گو کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اور افریقہ کے مسلمانون کو خود اپنی پڑی تھی ورنہ ظاہر ہے کہ پہلے انھون نے کبھی مسلمانانِ صقلیہ کی امداد مین دریغ نکی تھی مگر شریف ادریسی جو باوجود ادعائے سیادت محض ذاتی اور چند روزہ مفاد کی خاطر اپنی آنکھون سے اپنے نانا کے کھیت کو اجڑتے دیکھتا ہے مسلم بادشاہون کو طغاۃ کا گرانقدر خطاب بخشتا ہے اور انکی تباہی پر مسیحیون کا ہمنوا ہو کر بغلین بجاتا ہے، اللھم انا نعوذ بک من شماتة الاعداء

اس سلسلہ مین الذخیرہ کا اگلا بیان ملتا ہے جو ابن فضل اللہ نے نقل کیا ہے[2]۔

فخرج ابن رشیق یومئذ (یوم فعل بقصیدته المعز ما فعل) من عندہ علی غیر طریق وکان وجھته الی صقلیة۔ وکان ابن شرف قد سبقه الیھا وقد قتله (؟) علیھا۔ وکان قد وقع۔ بینھما بالقیروان۔ ما وقع بین الخوارزمی وبدیع الزمان۔ فلما اجتمعا یومئذ لصقلیة تمم بعضھما لبعض۔ وتشوف اعلام البلد لما کان بینھما من ابرام ونقض۔ فقصد ابن رشیق بعض اخوانه۔ وقال له انتما علما الاحسان۔ وشیخا اھل القیروان وقد اصبحتما بحال جلاء۔ وبین الاعداء۔ والاشبه بکما ان لا تفریا ادیمکما۔ ولا تطعما الاعداء لحومکما۔ فقال له ائت ابن شرف فوجدہ اجنح للسلم۔ وادنی الی الحلم۔ برئی الیه من صببه، صعدہ واعطاہ بذلک صفقتی لسانه ویدہ۔ وکان ابن رشیق بما اعترض وتعرض۔ وتجلب وتملظ۔ واما ابن شرف فلم یحل ما عقد۔ ولا حال عن (ما) عھد۔

معالم[1]، المعجب[2] اور نفح الطیب[3] وغیرہ مین کم وبیش مرقوم ہے کہ ابن شرف نے ابن رشیق سے (افریقہ یا سسلی مین) کہا کہ چلو دونون اکھٹے اندلس چلین اس پر ابن رشیق نے کہا،

مما یزھدنی فی ارض اندلس	سماع معتضد فیھا ومعتمد
اسماء مملکة فی غیر موضعھا	کالھر یحکی انتفاخا صولة الاسد

کہتے ہین اس پر ابن شرف نے یہ جواب دیا،

ان ترمک الغربة فی معشر	قد جبل الطبع علی بغضھم
فدارھم مادمت فی دارھم	وارضھم مادمت فی ارضھم

مگر ناچیز کی تحقیق کے مطابق اگلے دو بیت ابن رشیق کے نہین بوجوہ ذیل:

(۱) المعتضد اور المعتمد دونون باپ بیٹون نے اس کے ساتھ کوئی برائی نہین کی تھی، بلکہ جس طرح آیگا المعتضد تو ابن رشیق کو اندلس بلا رہا تھا، سو اگر وہ اندلس پہنچتا جس طرح

---

[1] صقلیہ بحوالہ ۶۵۱

[1] ۲ x ۲۳۹ [2] لیدن صفحہ ۹۰، [3] مصر ۱ x ۹۹ لیدن ۱ x ۱۳۱

ہر دو کی خواہش تھی تو اس ہجو سے کیا معذرت کرتا۔

(۳) ابن خلکان نے یہ دو بیت ذوالوزارتین ابوبکر ابن عمار کے ترجمہ مین اوسی کی طرف منسوب کئے ہین اور ہجو کا معقول سبب بیان کیا ہے[1]،

(۴) المعتمد اس وقت تک نہ تخت نشین ہوا تھا نہ اس نے لقب المعتمد اختیار کیا تھا، کہ اسکی تخت نشینی کا سال سنہ ۴۶۱ھ[2] ہے حالانکہ ابن رشیق ایک[3] قول کے مطابق سنہ ۴۵۶ھ مین اور ابن شرف[4] سنہ ۴۶۰ھ مین اندلس مین مرا ہے، بلکہ مجھے تو سرے سے ایک حد تک اس قصہ کے وقوع ہی سے انکار ہے، عربی شاعری مین اس بات کی صدہا مثالین ملینگی کہ ناواقف سامعین شاعر کی زبان سے جو شعر سنتے ہین وہ اسی کے سر منڈھ دیتے ہین، علی الخصوص لفظِ انشاد کا عموم بارہا اس قسم کے دھوکے مین ڈالدیتا ہے،

رہے ابن شرف کے دو بیت سو ممکن ہے وہ بھی علی بن فضال (د فضالۃ سبق قلم) المجاشعی القیروانی کے ہون کما فی المعاہد[5]، پھر اسکو خیال ہوا ہو کہ تجنیس کی اس قسم پر جو ابوالفتح البستی کی امتیازی صنعت ہے خود بھی طبع آزمائی کرے[6] سو اگلے ابیات کہے ہون،

یا ثاویا فی معشر	قد اصطلی بنارھم	ان تبک من شرارھم	علی یدی شرارھم
ارترم من احجارھم	وانت فی احجارھم	فما بقیت جارھم	ففی ھواھم جارھم
	وارھنھم فی ارضھم	ودارھم فی دارھم	

گر پھر اصل قصہ کے موضوع ہونے کا خیال قوی تر ہوتا جاتا ہے کہ علی بن فضال جسکا ترجمہ معجم الادبا کے ...

[1] یعنی کہ اس نے بعہد گورنری صوبہ تدمیر پر مستبدانہ قبضہ کر لیا، اپنے ولی نعمت المعتمد کے نام گستاخانہ خطوط لکھے اور اسکی اور اسکے والد کی دو بیتون مین ہجو کی ابن خلکان ۲ × ۷، [2] ملاحظہ ہو: ابن خلکان ۱ × ۱۳۳، [3] ملاحظہ ہو مقدمہ مقامات ابن شرف، [4] ۲ × ۷۰، [5] صقلیہ ۶۰۸، [6] ابن خلکان ۲ × ۲۹

ہین ہے ابن شرف کا پورا معاصر نہین،

اندلس کے ملوک طوائف کے سر مین باوجود نہایت حقیر ممالک پر قابض ہونے کے سودائے خلافت سمایا ہوا تھا مگر یہ واقعہ ہے جس سے کسی مورخ کو انکار نہین ہو سکتا کہ علی الخصوص شاعری اور علوم ادبیہ کو جو ترقی ان کے عہد مین نصیب ہوئی وہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی، جب ابوالفضل الدارمی قیروان سے سوسہ اور وہان سے دانیہ ہوتا ہوا بلنسیۃ اور طلیطلہ پہنچا تو المامون بن ذی النون نے اس کو ہاتھون ہاتھ لیا اور زندگی بھر اسے ہر طرح سے مستغنی کر دیا اور مرنے کے بعد اسکا وظیفہ اس کے تلامذہ اور حلقہ نشینون پر بحال کر دیا، مگر بنو عباد ہمین علم پروری مین سب سے پیش پیش نظر آتے ہین بلا مبالغہ المعتمد ملوک طوائف مین گل سرسبد تھا، العماد الخریدۃ[1] مین اور ابن خلکان[2] وفیات مین لکھتا ہے کہ المعتمد نے ابوالعرب الزبیری الصقلی اور ابوالحسن الحصری کی طرف پانچ پانچ سو دینار بھیجے کہ وہ اندلس آئین مگر دونون نے رکوب بحر کی مذمت مین علی الترتیب لکھ بھیجا،

لا تعجبن لرأسی کیف شاب أسی	واعجب لأسود عینی[3] کیف لم یشب
تمھین اس بات پر تعجب کرنا چاہیے کہ ہموم سے میرا سر کیون سپید ہوگیا	بلکہ تعجب تو مردمک چشم سے کرو کہ وہ کیون نہ سپید ہوا!
البحر للروم لا یجری السفین بہ	الا علی غرر والبر للعرب
سمندر رومیون کے لیے ہے جس مین انکی کشتیان باوجود خطرہ چلتی ہین	اور عربون کے لیے خشکی بنی ہے،
امرتنی برکوب البحر اقطعہ	غیری لک الخیر فاخصصہ بذا الداء
تم مجھے حکم کرتے ہو کہ دریائی سفر کرون	اجی بر داین دام بر مرغ دگر نہ الخ
ما انت نوح فتنجینی سفینتہ	ولا المسیح انا امشی علی الماء
تم نوح نہین جسکے جہاز پر مجھے نجات مل سکے	اور نہ مین عیسی جو پانی پر چلون

[1] صقلیہ ۶۰۸، [2] ۱ × ۳۴۳، [3] عین کذا و لعلہ عینی،

مگر جب صقلیہ پر راجر کا قبضہ ہوگیا تو ابو العرب المعتمد کے یہان پہنچا، الغرض ابن رشیق جی سے چاہتا تھا کہ کسی طرح المعتضد کے یہان پہنچے، مگر جس طرح معلوم ہے عرب لوگ ہمیشہ دریائی سفر سے ہچکچاتے ہین یہ بھی گومگو کی حالت مین رہا جس طرح اس کے ان بیتون سے معلوم ہوتا ہی،

خلقت طینا وماء البحر یتلفہ	والقلب فیہ نفور عن مراکبہ
فالبحر خیر رفیق بالرفیق لہ	والبر مثل اسمہ بر براکبہ
البحر صعب المرام مر	لا جعلت حاجتی الیہ
سمندر بہت مشکل الحصول اور تلخ ہے	خدا مجھے کبھی اس کا محتاج نہ کرے
الیس ماء ونحن طین	فما عسی صبرنا علیہ
کیا وہ پانی نہین؟ اور ہم مٹی کے نہین	پھر بھلا ہم کب تک صبر کر سکین گے

ابن بسام[1] کہتا ہے،

مجھ سے اشبیلیہ کے ایک وزیر نے بیان کیا کہ عباد (المعتضد) نے ایک تاجر کو بہت کچھ دے دلا اور سمجھا بجھا کر صقلیہ بھیجا، ابن رشیق اگر کہین عباد کا ذکر سن پاتا تو فرط اشتیاق سے بے قابو ہو جاتا، سو جب اس نے تاجر کے آنے کا حال سنا تو اس کے یہان آمد و رفت شروع کر دی اور عباد کی دید کا شوق ظاہر کیا، تاجر اسے سبز باغ دکھاتا رہا تا آنکہ جب ہوا موافق ہو گئی تو خود اکیلا چلتا بنا اور ابن رشیق کو ہمین حسرت و ناکامی سے ہم کنار چھوڑ گیا، تاجر نے عباد سے ملکر ابن رشیق کی ملاقات کا سارا ماجرا کہہ سنایا اس پر عباد نے اسکو کافی سزا دی اور اسکا مال و متاع بھی ضبط کر لیا، ادہر ابن رشیق نے بہت چاہا کہ تنہا سفر کرے مگر ہمت نہ ہوئی اور جھجھکنے لگا،

[1] مسالک الابصار، صقلیہ ۷۵۳-

فارسیؔ جدید کی شاعری

(۲)

از

ایم جی زبید احمد صاحب ایم اے، پرشین لیکچرر، الہ آباد یونیورسٹی

خصوصیات شاعری فارسی جدیدہ

اگر ہمین خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم اوّلاً عہد حاضرہ کی شاعری کے مختلف نمونے پیش کرتے اور پھر خصوصیات کو لیتے، لیکن نمونون کو پیش کرنے کے لیے بڑا وقت اور طول کلام چاہئے اسلیے اس وقت ہم صرف جزو ثانی کے بیان پر اکتفا کرتے ہین،

پہلی خصوصیت

فارسی کی شاعری نے عرب کی شاعری کے زیر اثر نشو و نما پایا ہے، خود عجمیون کو اعتراف ہے کہ شاعری درحقیقت عرب کی شاعری ہے، چنانچہ انوری کہتا ہے، ؎

شاعری دانی کدامی قوم کردند آنکہ بود	اول شان امر القیس آخر شان بو فراس

عرب کی شاعری ابتداءً نیچرل شاعری تھی، اس مین سچے جوش اور فطرتی جذبات کی مصوری ہوا کرتی تھی، فارسی نے جب عرب کے سامنے زانوئی شاگردی تہ کیا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ غلامانہ تملق و خوشامد نے شاعری کو راہ سے بے راہ کر دیا تھا، اور اس فن لطیف کا دارمدار زیادہ تر مدحیہ و عشقیہ مضامین پر رہ گیا تھا، شاگرد ذہین، تیز طبع اور ہونہار تھا، اس غیر فطری شاعری کے میدان مین استاد سے بڑھ گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی شاعری چند مضامین کے تنگ حصار مین مقید ہو کر رہ گئی، عہد حاضرہ کا ایک ایرانی مبصر فارسیِ جدید کی چند نظمون کی تدوین کر کے دیباچہ مین لکھتا ہی،

"ہمین اساتذہ کے کمالات سے کچھ انکار نہین ان کے کلام مین لطافت و نزاکت، معانی

عالیہ، مضامین دلکش سب کچھ پائے جاتے ہین، لیکن درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ انکی شاعری نے کیا نتائج پیدا کیے،

مبالغہ اور غلو کے استعمال کا یہ نتیجہ ہوا کہ کذب وخلاف گوئی شعراء کی طبیعت ثانی ہوگئی،

یہ مدح سرائیون اور خوشامد گوئیون کا نتیجہ تھا کہ سلاطین و حکام کو عقل ونقل کے خلاف، منکرات وسیئات کے مرتکب ہونے کی جرأت ہوگئی،

ان کی صوفیانہ شاعری کا سوائے اس کے اور کیا نتیجہ ہوا کہ قوم انتہائے جمود وخمود اور کاہل دستی کے غار عمیق مین گر پڑی،

ان کی عشقیہ شاعری نوجوانان قوم کے اخلاق خراب کرنے کی ذمہ دار ہے، اسی کی بدولت ان کو سوائے شراب وکباب اور معشوقان دلبر ودلربا کے کسی اور طرف دلچسپی نہین رہی،

ان کے مطائبات، ہزلیات اور ہجوگوئی کا یہ اثر ہوا کہ بداخلاقی وبدکرداری قوم مین زیادہ ہوگئی،

اس کے بعد مؤلف ایرانی ذیل کی مثالین دیتا ہے،

"ابونواس اور اس جیسے شعراء کے قصیدے اور نظمین ہی تو اس بات کی ذمہ دار ہین، کہ خلفائے عباسیہ شراب پینے لگے تھے، اور دوپہر تک سوتے رہتے تھے،

عنصری، رودکی وفرخی کے قصائد ہی تو دولت سامانیہ وغزنویہ کے بربادی کے باعث ہوئے،

عراقی اور مغربی کے تصوف ہی نے حد سے بڑھ جانے والے درویشون اور نکمے آدمیون کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کردی،

انوری، ظہیر فاریابی اور رشید وطواط وغیرہ کی بیہودہ خوشامد گوئی ومدح سرائی نے بڑے بڑے ظالم وجفاپرور بادشاہ پیدا کیے،

سعدی وہمام وغیرہ کے اشعار عاشقانہ ہی نے جوانان ایران کے اخلاق خراب کیے،

ل معارف: یہ دلچسپ سوال ہے کہ عیاش خلفاء نے ابونواس کو پیدا کیا یا ابونواس نے عیاش خلفاء کو؟ وغیرہ

سوزنی وغیرہ کے ہزلیات واہاجی ہی تو قوم مین بداخلاقی وبداعمالی کی ترویج عام کا باعث ہوئے، خاقانی کی لغو ومشکل پسندی، لفظ بازی وچیستان گوئی ہی نے تو مرزا مہدی خان (مصنف درہ نادرہ) جیسے لفاظ اور مغلق عبارت لکھنے والے پیدا کردئے۔

اس کے بعد مصنف فاضل۔ یورپ کی شاعری کی تعریف مین لکھتا ہے کہ "اگرچہ وہان بھی ہر قسم کی شاعری تھوڑی بہت موجود ہے، لیکن تاہم عام طور پر انکی شاعری بالکل فطری اور عقل کے مطابق ہے، یہ دماغ مین روشنی پیدا کرتی ہے، توہمات باطلہ اور خیالات فاسدہ کی جڑ کاٹتی ہے، اس کے پڑھنے سے خواہ مخواہ نیکی کی طرف رغبت اور برائی سے نفرت پیدا ہوتی ہے، یہ قوم مین ہمدردی۔ وطن پرستی اور ایثار کے قابل تعریف جذبات برانگیختہ کرتی ہے، یہی وہ شاعری ہے جسکی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اِنَّ مِنَ الشعر لحکمۃ "۔

یہ غنیمت ہے کہ ہمارے نقاد ومقالہ طراز نے شاہنامہ کی کچھ تعریف کی ہے، اس تنقید مین، ظاہر ہے کہ جی کھول کر مبالغہ سے کام لیا گیا ہے، اور فارسی شاعری کا ایک ہی پہلو اور وہ بھی نہایت تیرہ وتاریک، مذموم وقبیح دکھلایا گیا ہے ہم تو اس سے کہان اتفاق کرین گے، پروفیسر براؤن، جو غیر ملک کے باشندہ ہونے کی حیثیت سے فارسی شاعری کا ہماری طرح طرفدار نہین ہوسکتا، لکھتا ہے کہ "جب تک فارسی زبان بولی اور لکھی جائیگی، میدان شاعری مین مولانا روم کے نازک صوفیانہ خیالات، حافظ کے لطیف جذبات اور سعدی کی عملی حکمیات سے کسی کا کلام سبقت نہین لیجا سکتا" اگرچہ مستشرق شناس مذکور کا یہ ریمارک بالکل صحیح ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کہا جاسکتا ہے، مگر تاہم اس سے بھی کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ وطنی شاعری جسے ایرانی فاضل موصوف نے اس قدر اہمیت دی ہے، پہلے فارسی مین۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین، مطلق نہ تھی، البتہ یہ جذبات وطنیت وحریت فارسی جدید کی شاعری مین پائے جاتے ہین، بس

یہی اس کی سب سے زیادہ نمایان خصوصیت ہے، ذیل کی قومی نظم اشرف الدین رشتی کی ہے،

اے جنتِ معارف ویران شدی چرا — از رخت علم یکسرہ عریان شدی چرا

در آتشِ جہالت بریان شدی چرا — اے بے معین و مونس و بے اقربا وطن

بیکس وطن غریب وطن بے نوا وطن

اے باغِ پر شگوفہ گل و یاسمن چہ شد — آن نزہت و طراوت سرو سمن چہ شد

بر عاشقان گرفتہ مزار و کفن چہ شد — گریان بحال زار تو مرغ ہوا وطن

بیکس وطن غریب وطن بے نوا وطن

اے وخمۂ فریدون تاج کیان چہ شد — کشمیر و بلخ و کابل و ہندوستان چہ شد

دریائے نور و تخت جواہر نشان چہ شد — اے تخت و بخت دادہ بباد فنا وطن

بیکس وطن غریب وطن بے نوا وطن

آن قدرت و شجاعت و جوش و خروش کو — شیران جنگجو و پلنگینہ پوش کو

جمشید و کیقباد چہ شد داریوش کو — اے جائے ناز و نعمت و عزّ و علا وطن

بیکس وطن غریب وطن بے نوا وطن

اسلام رفت غیرت اسلامیان چہ شد — ناموس رفت ہمتِ ایرانیان چہ شد

دست بلند نادر گیتی ستان چہ شد — اے تیرہ بخت دست زبیگر جدا وطن

بیکس وطن غریب وطن بے نوا وطن

دوسری خصوصیت زبان صاف اور سلیس، بندش سہل اور سادہ ہے، نہ تو استعارات پیچیدہ و تشبیہات دور از کار کی بھرمار ہے اور نہ اضافت مجازی و بیانی کے استعمال مین افراط ہے سیدھی سادی باتین ہین جو اس خوبی و کمال کے ساتھ شاعری کے سانچہ مین ڈھال دیگئی ہین، کہ دل اثر ہوئے بغیر نہین رہتا، اور یہی اصلی شاعری ہے اس مصرع کو دیکھو،

بیکس وطن غریب وطن بے نوا وطن،

کتنا سیدھا سادھا ہے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھو کہ دل پر کتنا اثر کرتا ہے، ذیل کا بند پڑھو، دیکھو زبان کس قدر سلیس اور ترکیب کتنی سہل ہے مگر دل کی حالت متغیر کرنے کے لیے کافی پر اثر ہے،

خداوندا جہان را آفریدی — زمین و آسمان را آفریدی

مکان و لامکان را آفریدی — تمام انس و جان را آفریدی

چرا ایرانیان را آفریدی

تیسری خصوصیت الفاظ غیر زبان کو اس خوبی کے ساتھ استعمال کرتے ہین کہ کانون کو بہت بھلے معلوم ہوتے ہین،

روز و شب از شش جہت "توپ" مسلسل در نوا — چون کبوتر صف زدہ "ایرو پلا" نہا در ہوا

خرمن آتش شدہ در این زمستان "سوا" — برف و یخ گویا حرارت را فزدن ترکی کنند

ریشخند در دمندان فیل را خر میکنند

یاد باآن دست دادن اندران عکس گروپ — در فضائے اردبیل

و آن بیاران رحیم از شوق دادن مشق توپ — تا شود خونہا سبیل

و آن بخود رہ دادن اہرمنان نابکار — از پس جنگ و قرار

عکس گروپ سے مراد گروپ فوٹوگراف ہے۔

چوتھی خصوصیت فارسی جدید کی شاعری مین جملہ اصناف نظم مین سے مسمط کا رواج زیادہ ہے اور مسمط مین بھی مخمس، ہر بند کے پہلے تین مصرع ایک قافیہ مین ہوتے ہین، اور یہ قافیہ ہر بند مین بدلتا رہتا ہے، چوتھے اور پانچوین کا اول سے آخر تک ایک ہی رہتا ہے، مخمس کی کثرت استعمال

کی ابتدا قاآنی سے ہوتی ہے۔ اگرچہ اسکی مخمسات قدیمی طرز پر ہوتی ہین۔ یعنی چار مصرعہ ایک قافیہ مین جو ہر بند مین بدلتا رہتا ہے اور پانچوین کا جداگانہ جو تمام نظم مین ایک ہی رہتا ہے، اس دور مین شعر کی اس صنف نے قریب قریب غزل کی سی مقبولیت حاصل کرلی ہے، مخمس قدیم وجدید کا فرق مثال سے اچھی طرح ظاہر ہوگا، قاآنی کے مخمس کا بند ہے،

نداند از کودکی شگوفہ از چہ پیر شد — بخوردہ شیر عارضش چرا برنگ شیر شد

گمان برم کہ ہمچو من اسیر شد — زیانگندہ دلبرش چہ خوب دستگیر شد

بلے چنین برند دل ز عاشقان نگارہا

پہلے چار مصرعہ ایک ہی قافیہ مین ہین، اور پانچوین کا جدا ہے جو تمام نظم مین۔ قائم رہتا ہے آجکل کے مخمس کا طرز یہ ہے،

واحسرتا کہ اصلاح تبدیل شد بہ افساد — مہر و وفا و الفت یکدفعہ رفت برباد

قرآن و درس توحید یکبارہ رفت از یاد — شرع شریف شد محو از انفراق ملت

داد از نفاق ملت داد از نفاق ملت

یہان پہلے تین مصرعے اور آخری دو مصرعے ہم قافیہ ہین۔

مخمس کے علاوہ۔ مربع و مسدس بھی کثرت سے پائے جاتے ہین،

مسدس کا نمونہ یہ ہے،

وقت مغرب بسوے خانہ شدم — ہمدم دلبر جانانہ شدم

چونکہ سرمست زمخانہ شدم — سخنے گفت کہ دیوانہ شدم

خاک ایران شدہ ویران ز سر فیل

روس فیل آنگلفیل المان فیل

مثال مربع۔

پسر گوید۔ — تو ہم گر مروت نداری بمن چہ — بہ یزدان اطاعت نداری بمن چہ

بیک زان قناعت نداری بمن چہ — اگر ہیچ غیرت نداری بمن چہ

پدر گوید۔ — تو ہم ای پسر شب برو در محلہ — خصوصاً بشب ہائے تاریک چلہ

ببین عاشقان ہر طرف گلہ گلہ — اگر ہیچ عصمت نداری بمن چہ

مسمط کے بعد دوسرا نمبر مستزاد کا ہے اس نے اس عہد مین بے حد رواج پایا ہے، پہلے فارسی مین مستزاد زیادہ تر رباعی کے ساتھ مخصوص تھا، مگر اب عام ہے،

گردیدہ وطن غرقہ اندوہ و محن وائے — اے وائے وطن وائے — خیزید روید از پے تابوت و کفن وائے

اے وائے وطن وائے — از خون جوانان کہ شدہ کشتہ درین راہ۔ — رنگین طبق ماہ

خونین شدہ صحرا و تل و دشت و دمن وائے — اے وائے وطن وائے — کو ہمت و کو

غیرت و کو جوش فتوت، — کو جنبش ملت — دردا کہ رسید از دو طرف سیل فتن وائے — آہ اے وطن وائے

اس دور مین مستزاد کی ایک اور صورت پیدا ہو گئی ہے یعنی مستزاد بر مستزاد جسکا نمونہ یہ ہے،

اے شہنشاہ جوان شیران جنگ آور نگر نگر — در نگر — عالمے دیگر نگر

ملتے را راحت از مشروطہ سر تا سر نگر — در نگر — عالمے دیگر نگر

بادشاہی کن کہ دوران جہان بر کام تست — رام تست — شاہ احمد نام تست

در محامد خویش را ہمنام پیغمبر نگر — در نگر — عالمے دیگر نگر

دادخواہی کن درین مشروطہ چون نوشیروان — در جہان — رخش ہمت بر جہان

خویش را والاتر از دارا و اسکندر نگر — در نگر — عالمے دیگر نگر

ترجیع بند و ترکیب بند دونون کا بھی بمقابلہ پہلے کے استعمال زیادہ ہو گیا ہے، نسیم شمال

سے ایک ترجیع بند کا ایک بند ذیل مین نقل کرتے ہین،"

ما اگر علم و ہنر می داشتیم　　کوہ را از جائے بر می داشتیم

از جوانانِ نظامی روزِ جنگ　　صد ہزاران شیر نر می داشتیم

خط آہن می نمودیم اختراع　　راہ ہا در بحر و بر می داشتیم

موقعِ صلحِ جہان در کنفرانس　　احترامات دگر می داشتیم

علم اگر می شد چرا چندین گدا　　در میانِ رہگزر می داشتیم

از برائے دفع و رفعِ احتیاج　　در خزانہ سیم و زر می داشتیم

آنکہ شیران را کند روبہ مزاج

احتیاج است احتیاج است احتیاج

پانچوین خصوصیت، الفاظ جدید کا استعمال۔ مثلاً اوپر کی نظم مین خط آہن[1]۔ یا جوانانِ نظامی[2] وغیرہ،

حکومت مشروطہ "پارلیمنٹری گورنمنٹ" ہی، عصر مشعشع، "سویلائزڈ پیریڈ" یعنی متمدن زمانہ

اندرین قرن تمدن راحت و آزاد باش　　اندرین عصر مشعشع بادہ نوش و شاد باش

اندرین دورِ طلائی خرم و دل شاد باش　　این تمدن طرح قوچان خالی از زر میکند

پشّہ در میدان فیل را خر می کند

چھٹی خصوصیت کچھ حد تک بلحاظ عروض۔ انگریزی شاعری کا بھی تتبع کیا گیا، روشِ قدیم کے مطابق یہ ناممکن ہے کہ ایک بند کا آخری شعر یعنی ٹیپ کا شعر یا مصرعہ مختلف بحر مین ہو، قافیہ ردیف کا بدل جانا تو معمولی صورت ہے مگر ایک ہی بند مین بحر کا بدل جانا نئی چیز ہے،

بزرگان جملگی مست غرورند　　خدا کسے فکر مانیست

ز انصاف و مروت سخت دورند　　خدا کسے فکر مانیست

رعیت بے سواد و گنگ و کورند　　خدا کسے فکر مانیست

ہفدہ و ہزدہ و نوزدہ بیست

اے خدا کسے فکر مانیست

فلک دیدی بما آخر چہا کرد　　خدا کسے فکر مانیست

ز خویش و اقربا ما را جدا کرد　　خدا کسے فکر مانیست

جفا بینید کہ با ما این جفا کرد

ہفدہ و ہزدہ و نوزدہ و بیست　　اے خدا کسے فکر مانیست

پہلے تین مصرعے تو بحر ہزج مسدس مقصور مین ہین لیکن آخری شعر مین بحر بدل گئی، بلکہ آخری شعر کے دونون مصرعے ایک دوسرے سے مختلف بحر مین ہین، اسی قبیل سے یہ لوری ہے،

بخواب اے دختر زیبا　　بالام لاے لاے　　لالام لاے لائے

میان مخمل دیبا　　بالام لاے لائے　　لا لا م لاے لائے

دو چشمانت بہ بند امشب　　بروئے من مخند امشب　　بالام لاے لائے　　لالام لائے

کہ می بینی گرند امشب　　بالام لاے لاے　　لالام لاے لائے

مساجد گشتہ ویرانہ　　معابد گشتہ میخانہ　　وطن پر شد ز بیگانہ

بالام لاے لائے　　لالام لاے لاے　　بخواب ای دختر شیرین فدایت مادر مسکین

میا دریا داز قزوین　　بالام لاے لاے　　لالام لاے لائے

ز بے خبری درین طہران　　مرا خشکیدہ بین پستان

تو بے شیری و من بے نان　　بالام لاے لاے　　لالام لاے لائے

اس نظم مین بحر ہزج کے رکن ہین۔ مگر بالام لاے لاے الخ اس بحر سے خارج ہے،

اس لوری کا آخری شعر ہے ملاحظ ہو کہ کس قدر نیچرل ہے،

بولو خور خور   ننہ پف پف   ممہ اخ اخ   ممان تف تف

بخواب اے زادہ آمد آفت   بالام لائے لائے   لالام لائے لائے

آٹھوین خصوصیت انگریزی شاعری مین استعار کا جو رنگ خاص ہے وہ بہت حد تک فارسی قدیم مین معدوم تھا لیکن اب عہد حاضرہ کی شاعری کی ٹکسال مین اس صنف نظم کے بھی سکے نہایت آب و تاب کیساتھ ڈھل رہے ہین،

خطاب بفرنگیان،

ای فرنگی ما مسلمانیم جنت مال ماست   در قناعت حور و غلمان ناز و نعمت مال ماست

ای فرنگی اتفاق و علم و صنعت مال تو   عدل و قانون و مساوات و عدالت مال تو

نقل عالمگیری و جنگ و جلادت مال تو   حرص و بخل و کینہ و بغض و عداوت مال ماست

خواب راحت عیش و عشرت ناز و نعمت مال ماست

ای فرنگی کشتی جنگی دریائی ز تو   راہ آہن علم طے الارض صحرائی ز تو

در ہوا بازو ر زپلین عرش پیمائی ز تو   در زمین بے عاری و جہل و فلاکت مال ماست

استراحت خواب راحت عیش و عشرت مال ماست

عام طور پر یہ شکایت کیجاتی ہے کہ آجکل فارسی شاعری رو بانحطاط ہے لیکن یہ شکایت بالکل واقعات کے خلاف ہے سچی فطری شاعری کا ارتقا تو درحقیقت اب ہی ہو رہا ہے چونکہ ایران کی سیاسی و اجتماعی حالت بمقابلہ دول متمدنہ یورپ کی خراب ہے اسلیے ہماری مایوسی نے ہمین یہانتک بدظن کردیا ہے کہ ایرانیونکی ہر بات مین تنزل محسوس کررہے ہین لیکن جب یہ قوم میدان کشمکش زندگی مین کامیاب ہو جائیگی (اور انشاء اللہ یہ زمانہ بہت جلد آنیوالا ہے) اس وقت فارسی شاعری کی تاریخ لکھنے والے اس دور کی شاعری کو نہایت آب و تاب کے ساتھ لکھینگے، اور اسے ایرانی شاعری کے ارتقا کا ایک اہم اور استوار زینہ قرار دینگے اصلی و فطری شاعری کی ترقی درحقیقت اسی وقت ہوتی ہے جب قوم مصیبت و ادبار مین ہوتی ہے جہاں تمدن و مسائل نقص کی شاعری درحقیقت شاعری نہین،

علامت شک و استفہام

(؟)

از مولوی ابو الحسنات صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ نقش علامت یورپ کی تحریری ملکیت ہے اور ایشیائی تحریرون مین اب اسی سے لیکر رائج کردیگئی ہے لیکن اسکا کوئی قطعی ثبوت دینا بہت مشکل ہے، اس خیال کے حامی اشخاص کے لیے اس سوال

"کیا موجودہ یورپین طرز تحریر کی یہ ایجاد ہے یا اس نے اپنے سلف کی طرز تحریر سے اسکو ورثہ پایا ہے"

کا جواب دینا نہایت دشوار ہے کیونکہ غالباً یورپ کی تاریخ ادب و انشا اس علامت کی تاریخ سے خالی ہے، اس لیے یورپ کے علمائے ادب اسکی ابتدا کی تاریخ نہین بتا سکتے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یورپ مین اس کا استعمال بھی گذشتہ چند صدیون سے پہلے نہین پایا جاتا،

بخلاف اس کے عرب کی تاریخ ادب و انشا مین ہم اسکی ایک اصل و بنیاد پاتے ہین جس سے قیاس کر سکتے ہین کہ شاید یہ ایشیا کی چیز ہے، ادبائے عرب آج سے ہزار سال پہلے اپنی تحریرون مین شک و استفہام کے موقع پر ایک نقش علامت استعمال کرتے تھے جسکا اصطلاحی نام ضبہ تھا لغت مین ضبہ جس چیز کو کہتے ہین اسکی صورت یہ ہے،
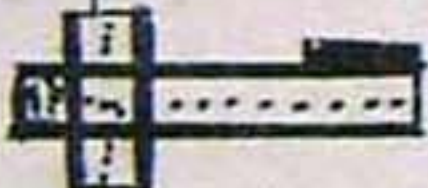
اہل ادب کے نزدیک ضبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انکو اپنی تحریر مین جب کسی لفظ کی صحت و اصلیت کی پوری تحقیق ہو جاتی تھی تو اس پر کلمہ صح لکھ دیتے تھے یعنی یہ بالکل درست ہے لیکن جب شبہہ رہجاتا تھا تو اس پر صرف صـ لکھدیتے تھے یعنی یہ کہ اس لفظ مین مصنف کو شبہہ رہگیا۔ یاقوت مصنف معجم الادبا نے ابراہیم بن محمد بن زکریا الزہری معروف بہ ابن الافلیلی کے حالات مین اسکی یہ روایت لکھی ہے،

قال کان شیوخنا من اہل الادب یتعالمون   ہمارے اہل ادب استاد یہ سکھاتے تھے کہ جب کسی حرف پر صاد رح کیتھے

ان الحرف اذا كتب عليه بصاد وحاء ان ذلك علامة لصحة الحرف لئلا يتوهم متوهم عليه خللا ولا نقصا، فوضع حرف كامل على حرف صحيح، واذا كان عليه صاد ممدودة دون حاء كان علامة ان الحرف سقيم،

صح لکھا ہو تو یہ اس حرف کی صحت کی علامت ہے تاکہ کسی کو اسمین خلل اور کمی کا وہم نہ ہو گویا حرف صحیح حرف کامل کی علامت رکھا گیا۔ اور جب کسی حرف پر صرف کھنچا ہوا صاد بغیر ح کے (صـ) لکھا ہو تو مطلب یہ ہو کہ یہ حرف مشکوک و مشتبہ ہے،

یہ روایت لکھکر خود مصنف معجم الادبا نے لکھا ہے کہ

وانما قصدوا بكتبهم على الحرف صح ان كان شاكا في صحة اللفظة فلما صحت بالبحث خشي ان يعاوده الشك فكتب عليها صح ليزول شكه فيما بعد، ويعلم هو انه لم يكتب عليها صح الا وقد انقضى بحثه في تصحيحها واما الضبة التي صورتها (صـ) فانما هو نصف صح كتبه على شيء فيه شك ليبحث عنه فيما يستانفه ـ فاذا صحت له انتهاءً بجاء فيصير صح

کسی کلمہ پر صح لکھنے کا یہ مقصد ہوتا تھا کہ ایک ادیب کو جب کسی لفظ کی صحت مین شبہہ ہوتا اور تلاش و جستجو کے بعد اسکی صحت معلوم ہو جاتی تو اس لیے کہ اسکو دوبارہ شک پیدا نہ ہو جائے اس پر صح لکھ دیتا تھا وہ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس نے کسی لفظ پر صح اسی وقت لکھا ہے جب اسکی تحقیق و جستجو ختم ہو چکی ہے لیکن ضبہ جسکی یہ صورت (صـ) ہو تو بے شبہہ یہ صح کا نصف ہے اور اسکو وہ صرف اسی لفظ پر لکھتا تھا جسکی بحث و تحقیق آیندہ کے لیے چھوڑ دیتا تھا پھر جب اس لفظ کے بارہ مین اسکی تحقیق ختم ہو جاتی تو اس نصف (صـ) مین حرف ح ملا دیتا تھا اور اس طرح بعد تحقیق حرف صح مکمل ہو جاتا تھا،

نصف صاد (صـ) اور علامت استفہام (؟) کی صورتون مین جو قریبی مشابہت پائی جاتی ہے کیا اسکی بنا پر یہ قیاس نہین کیا جاسکتا کہ عجب نہین یہی نصف صاد جو پہلے مستوی حالت (صـ) مین لکھا جاتا تھا بعد کو عمودی شکل (؟) مین لکھا جانے لگا ہو اور اس کے بعد کثرت استعمال کی وجہ سے اپنی عمودی شکل (؟) سے موجودہ صورت (؟) مین آگیا ہو، ہم یقینی طور پر یہ نہین کہہ سکتے کہ واقعہ ایسا ہی ہے تاہم یہ ضرور ہے کہ ان لوگون کے مقابلہ مین جو بغیر کسی استناد کے اسکو یورپ کی چیز بتاتے ہین ہمارے لیے یہ روایت اور دونون کی مشابہت صوری ایک سہارا ہے اور ہم کہہ سکتے ہین کہ یہ ایشیا کی چیز ہے

تلخیص و تبصرہ

کابل مین ایک سیاسی مدرسہ کا افتتاح

اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خان کے دور حکومت مین اگرچہ عام طور پر کابل مین نہایت کثرت سے مکاتب و مدارس قائم ہو رہے ہین، لیکن اس سلسلہ مین ایک جدید سیاسی مدرسہ کا افتتاح خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خان نے اپنے تدبر و دانشمندی سے مختلف شعبہائے حکومت کے فرائض و اختیارات جن روشن خیال افراد کو تفویض کیے ہین، ان مین آقائے محمد ولی خان وزیر امور خارجیہ کے کارنامے کابل کی جدید تاریخ مین نہایت نمایان نظر آتے ہین، اور یہ جدید سیاسی مدرسہ بھی آقائے موصوف ہی کا ایک روشن ترین کارنامہ ہے،

اس مدرسہ کے دو شعبے ہین، پہلا شعبہ ان نوجوانون کے لیے مخصوص ہے جنھون نے اب تک کوئی سرکاری ملازمت نہین حاصل کی ہے، بلکہ دنیوی کاروبار سے بالکل آزاد ہین، اس لیے انکو اس مدرسہ مین تعلیم حاصل کرنے کے لیے کافی وقت مل سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کابل کے عام مدارس کی طرح ان کی تعلیم کا وقت بھی صبح سے لیکر ظہر تک رکھا گیا ہے، اس کا پروگرام بھی عام سیاسی مدارس کے موافق بنایا گیا ہے، البتہ اس مین یورپ کی بالکل اندھا دھند تقلید نہین کی گئی ہے، بلکہ کابل کی مخصوص ضروریات و مصالح کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے لیکن ابھی تک اس شعبہ کا افتتاح نہین ہوا ہے اس لیے اسکا پروگرام افتتاح کے وقت شائع کیا جائیگا،

اس شعبہ کی مدت تعلیم چار سال رکھی گئی ہی، داخلہ کے لیے ایک معمولی امتحان دینا پڑے گا، اور صرف اس قدر لیاقت کی ضرورت ہو گی جو ابتدائی تعلیم کے برابر ہو، ۲۰ طالب علمون کی تعداد پوری ہوجائیگی تو یہ شعبہ سال نو کے آغاز مین کھل جائیگا، اور جو لوگ فارغ التحصیل ہو کر نکلین گے، وہ سرکاری ملازمتون کے فرائض کو نہایت خوبی کے ساتھ ادا کر سکین گے،

دوسرا شعبہ اُن عہدہ دارون سے تعلق رکھتا ہی جو سر دست وزارت خارجیہ سے متعلق ہین، چونکہ یہ لوگ اپنے تمام اوقات تعلیم مین صرف نہین کر سکتے، اس لیے اونکو اپنے ضروری فرائض کے ادا کرنے کے بعد صرف دو گھنٹہ تعلیم حاصل کرنا ہو گی، اور ان کے تعلیمی پروگرام مین حسب ذیل چیزین داخل ہونگی،

(۱) قانون بین الاقوام (عمومی وخصوصی)،

(۲) قانون جزائی (تعزیرات)

(۳) اقتصادیات ومالیات،

(۴) تاریخ وجغرافیہ،

(۵) دفترداری،

اس شعبہ کی مدت تعلیم دو تین سال ہی، اور باستثنائے چند معذور، کبیر السن، اور مریض اشخاص کے وزارت خارجیہ کے تمام متعلقین کے لیے ان علوم کی تعلیم لازمی کر دیگئی ہی،

مدت تعلیم کے پورے ہونے کے بعد ایک عام امتحان لیا جائیگا، اور امتحان مین کامیابی حاصل کرنے کے بعد سند عطا کیجائیگی، اگرچہ یہ لوگ شعبہ اول کے طلبار سے کم تعلیم حاصل کر سکین گے، تاہم انکی خدمات سابقہ کے لحاظ سے اونکو شعبۂ اوّل ہی کے طلبار کے برابر حقوق حاصل ہو سکین گے،

نہایت مختصر پیمانہ پر اس شعبہ کا افتتاح ہو چکا ہے، اور موقع افتتاح پر آقائے محمد ولی خان وزیر

خارجیہ نے جو مختصر لیکن بلیغ تقریر کی ہے اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے،

"برادران عزیز! آج کا دن ایک نہایت مقدس دن ہے کہ اس مین ایک سعادت وترقی کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا جاتا ہی، مین اپنے آپ کو نہایت خوش قسمت خیال کرتا ہون کہ میری وزارت کے زمانہ مین ایک سیاسی علوم کے مدرسہ کا افتتاح ہوا، آپ تمام صاحبون کو معلوم ہے کہ تمام امور سلطنت کا دار ومدار واقفیت اور آگاہی پر ہے، اور وہ صرف علوم وفنون سے حاصل ہو سکتی ہے، اس بنا پر تمام امور کی بنیاد علوم وفنون پر ہے، اور ان کے بغیر ٹھیک طور پر کوئی کام انجام نہین پا سکتا، اعلیحضرت غازی (امیر امان اللہ خان) نے اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھکر ملک کے علوم وفنون کو ایک مضبوط بنیاد پر قایم کیا ہی، اور ہمیشہ انکی توسیع وتعمیم کے درپے رہتے ہین، آپ دیکھتے ہین کہ مختلف قسم کے ضروری مکاتب ومدارس کو وہ مناسب موقعون پر جاری کرتے رہتے ہین، اور باہر سے اساتذہ ماہرین فن کو کھینچتے رہتے ہین، انھی ضروری مدارس مین علوم سیاسیہ کا مدرسہ بھی نہایت ضروری تھا تاکہ اس کے ذریعہ سے وزارت خارجیہ اور دوسری ملکی خدمات کے لیے ہوشیار اور قابل آدمی تیار ہو سکین، اس مقصد کے انجام دینے کے لیے خود وزارت خارجیہ کے دفتر مین اعلیٰ حضرت نے ایک سیاسی مدرسہ کے قیام کا مشورہ دیا اور اس کے لیے ایران سے اساتذہ طلب کیے گیے، جن مین ایک آقائے علی اکبر خان دفتری اور دوسرے آقائے آقا خان اشرفی ہین، ان کے علاوہ اور چند اساتذہ کچھ دنون کے بعد تشریف لائین گے"

"اس غرض سے کہ میرے عزیز بھائی تم لوگ سر دست وزارت خارجیہ سے متعلق ہو اس فیض سے کلیۃً محروم نہ ہو اور اپنے فرائض کو علم ودانش کے ساتھ ادا کر سکو یہ مدرسہ دو شعبون مین منقسم کیا گیا ہی، ایک اُن نوجوانون کے لیے جنھون نے اب تک سرکاری ملازمت حاصل نہین کی ہی، اور دوسرا تم لوگون کے لیے، اور آج اسی شعبہ کے افتتاح کا دن ہے"

بھائیو! اعلیحضرت غازی کے اس عظیم الشان احسان کا شکریہ تہ دل سے ادا کرنے کے بعد ہمارا فرض یہ ہے کہ انکی دلی تمناؤن کو کمال خلوص اور عملی سرگرمی کے ساتھ پوری کرین، اس بات کو تم سب جانتے ہو اور تسلیم کرتے ہو کہ اقوام متمدنہ کی ترقی کا اصلی سبب صرف علم ہے، اور ہمارا تنزل جہالت کا نتیجہ ہے، ممکن ہے کہ جب تک ہمارے ہاتھ مین وسائل تعلیم نہ تھے ہم اپنے آپ کو معذور خیال کرین، لیکن اب جبکہ اعلیحضرت غازی کی توجہ سامی سے علم کے سرچشمے ہمارے لیے کھل گئے ہین، ہمارے لیے کسی قسم کا عذر باقی نہین رہا ہے، میری خواہش ہے کہ تم سب کمال شغف قلبی اور عملی جد وجہد کے ساتھ حصول درس وتحصیل علم مین کسی قسم کا پس وپیش نہ کرو، تاکہ علم کے زیر سایہ قوم وملک کی صحیح خدمت کرسکو، مجھے توقع ہے کہ آقایان محترم (آقائے دفتری اور آقائے اشرفی) تمھاری تعلیم اور تمھارے مقاصد کے حصول کے لیے خاص طور پر توجہ مبذول کرینگے،"

اس مدرسہ کے تمام اساتذہ جو سردست دوسرے شعبہ مین تعلیم دے رہے ہین حسب ذیل ہین،

(۱) آقائے علی اکبر خان دفتری مشیر قانونی وزارت خارجیہ معلم قانون بین الاقوام

(۲) آقائے آقا خان اشرفی معلم قانون جزائی ومالیات واقتصادیات ودفترداری جو اس مدرسہ کی پروفیسری کے لیے خاص طور پر ایران سے طلب کیے گیے ہین،

(۳) چیف اڈیٹر امان افغان معلم تاریخ وجغرافیہ، جنھون نے دوسرے پروفیسرونکی تشریف آوری تک کے لیے اعزازی طور پر یہ خدمت قبول کی ہے،

آقائے علی اکبر خان دفتری اور آقائے آقا خان اشرفی اہل کابل کے ہم نسل وہم زبان ہین، اور افغانستان کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہین اور قانون کے انتہائی درجہ کی سند حاصل کرچکے ہین، یقین ہے کہ ان کے شوق وشغف اور جد وجہد سے یہ مدرسہ غیر معمولی ترقی حاصل کرسکے گا،

امان افغان ۹ شعبان ۱۳۴۲ھ،

برٹش لیبر پارٹی

اشتراکیت صنعتی عہد کی پیداوار ہے، اس خیال کو اسی ملک مین سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوسکتی ہے، جہان کا اوسط طبقہ زیادہ تر صنعت پیشہ ہو، اور مزدور اور کاریگر اخبارات اور رسائل پڑھ سکتے ہون، دول عالم مین صنعتی حیثیت سے سب سے ترقی یافتہ سلطنت انگلستان ہے اس لیے سب سے پہلا ملک انگلستان ہی ہے جہان اشتراکیت نے اپنی ابتدائی نشو ونما حاصل کی،

انگلستان کے مزدور قریبًا ۵۰ برس سے دار العوام مین نیابت کے لیے کوشان ہین، سب سے پہلے ۱۸۷۴ء مین کوئلہ کی کانون کے مزدورون کا ایک شخص مجلس عوام کا رکن منتخب ہوا، ۱۸۸۰ء مین ایک معمار کا انتخاب ہوا، اور ۱۸۹۲ء مین منتخب شدہ مزدورون کی تعداد ۱۴ تک پہنچی، لیکن یہ لوگ اب تک مزدورون کی جماعت کے نمائندہ کی حیثیت سے نہین منتخب ہوئے تھے، بلکہ لبرل پارٹی مین داخل تھے، دار العوام مین لیبر پارٹی کی کوئی شخصیت نہ تھی، اس وقت اشتراکی تحریک کے متعلق ممبر اپنے خیالات ظاہر کرنے کی جرأت بھی نہ کرسکتے تھے، کیونکہ اس وقت ان کو انتخاب مین لبرلون کی مدد سے مایوس ہوجانا پڑتا

۱۸۸۴ء مین لندن مین دب کے پیرون کی ایک جماعت قائم ہوئی اس جماعت نے کتابون اخبارون، رسالون اور تقریرون کے ذریعہ سے اپنے خیالات کی اشاعت شروع کی تو ۱۸۹۳ء مین لبرل پارٹی سے الگ مستقل لیبر پارٹی کی بنیاد پڑی، اور اس سال کے انتخاب مین مسٹر کیر ہارڈی لیبر پارٹی کا ایک مشہور لیڈر کامیاب ہوا،

۱۸۹۹ء لیبر لیگ کا انعقاد ہوا، جس مین ہر طبقہ کے مزدورون کے نائب شریک ہوئے، اور اس لیگ نے بعض عمال (مزدورون) کو چند حلقون مین کامیاب بنانے کی کوشش کی اور کامیابی حاصل

کی، اس وقت لیگ کے سکرٹری مسٹر رامزے مکڈانلڈ تھے، جو آج کل انگلستان کے وزیر اعظم ہین، یہی لیگ، انگلستان کے موجودہ جماعت مزدوران کا تخم وجود تھی، ذیل کے نقشہ سے ان کے سالانہ ارتقار اور مقبولیت کا پتہ چلے گا،

سنۂ انتخاب	مرکز	منتخب ارکان	مزدورونکے ووٹ
۱۹۰۰	۱۵	۲	۶۲۹۶۸
۱۹۰۶	۵۰	۲۹	۳۲۳۱۹۵
۱۹۱۰ جنوری	۷۸	۴۰	۵۰۵۶۹۰
۱۹۱۰ دسمبر	۵۶	۴۲	۳۷۰۸۰۲
۱۹۱۸	۳۶۱	۵۷	۲۲۴۴۹۴۵
۱۹۲۲	۴۱۴	۱۴۲	۴۲۳۶۷۲۳
۱۹۲۳	۴۲۷	۱۹۱	۴۳۴۸۳۷۹

لیبر پارٹی محض مزدور ارکان ہی پر مشتمل نہین ہے بلکہ اس پارٹی مین علما فضلا، مذہبی اشخاص اور ارباب دولت بھی شریک ہین، مگر چونکہ قوم مین ووٹرون کی اکثریت مزدور پیشہ ہے، اس لیے طبعاً پارٹی مین بھی مزدورون ہی کی اکثریت ہے:-

تھوڑے دن ہوئے کہ پارٹی نے اپنے ابتدائی مقاصد کا اعلان کر دیا ہے، جن مین سے چند باتین حسب ذیل ہین:-

جسمانی اور دماغی ہر قسم کے محنت کرنے والون کو پورا معاوضہ دلانا اور انکی محنت کے ثمرون کو جہان تک ہو سکے ملکیت مشترک کے اصول پر مفید کامون مین لگانا اور ہر نوعیت کے کام اور محنت کی تنظیم اور اسکی نگرانی،

یہی چند امور ہین جن پر انگلستان کی اشتراکیت کی عمارت قائم ہے، مسٹر سڈنی وب نے جو اب سلطنت برطانیہ کے ایک وزیر ہین، پارٹی کے برسر حکومت آنے سے کچھ دنون پہلے ایک مضمون مین ذیل کے خیالات ظاہر کیے،

"مزدور چاہتے ہین کہ رفتہ رفتہ تمام شخصی املاک کو ملکیت مشترکہ بنا دیا جائے، اس کے لیے وہ میونسپلٹی کے فرائض مین توسیع چاہتے ہین، جس طرح شہری بورڈ صفائی اور روشنی کا انتظام کرتے ہین، اسی طرح ان کو حق ہونا چاہیے کہ وہ مکانات بھی تعمیر کر سکین، اور شہر کے لوگون کے ہاتھ بیچا کرین

اس مقصد کے اتمام کے لیے عمال تعاونی جماعتون (کواپرٹیو سوسائٹی) پر اعتماد رکھتے ہین ہین، انگلستان مین اس قسم کی تعاونی جماعتین بہت ہین جو معمولی پونجی سے زیادہ منافع حاصل کر رہی ہین، ایک زمانہ آئیگا جب یہ جماعتین "املاک شخصی" کے اصول کو فنا کر دینگی، حزب العمال کسی کی ملکیت کو جبری طور پر ملک عام بنانا نہین چاہتا، بلکہ چاہتا ہے کہ ان ملکیتون کا معاوضہ دیکر وہ انکو ملک عام بنا دے، اسی مقصد کے حصول کے لیے حکومت کو سرمایہ اور غیر مکتسب مداخل پر بندشین عائد کرنا چاہیئے:

"یہ سب کچھ رفتہ رفتہ بتدریج ہو سکتا ہے مگر بعض ابتدائی باتون کے بغیر کام چلنا دشوار ہے مثلاً یہ کہ ریلوے لائنین اور کانین حکومت کی ملک قرار دی جائین، اور مقامی مجالس (لوکل بورڈون) کے اختیارات مین وسعت دیجائے، اور کارخانہ دار اس بات پر مجبور کیے جائین کہ کارخانون کے متعلق تمام ضروری معاملات مین خصوصاً مزدورونکی تعداد اور انکی اجرتون کے متعلق کمی اور بیشی کے متعلق جو کچھ فیصلہ کرنا ہو اس مین مزدور بھی برابر کے شریک ہون"؛

(الہلال)

مراکش

شمالی افریقہ کا سب سے بڑا آخری اور سرزمین یورپ سے قریب تر ملک مراکش ہے، مراکش والے تو اپنی آبادی ڈیڑھ کرور بتاتے ہین، مگر اہل یورپ کی نگاہ مین انکی آبادی تقریباً ۶۰ لاکھ ہے،

اصلی باشندے عرب اور قدیم بربر ہین، ساحلی مقامات پر بعض یورپین اور اسپین کے تارکان وطن آباد ہین، بندرگاہون اور داخلی شہرون مین یہود بھی بکثرت ہین،

سنہ ۱۹۱۲ء مین مراکش کا ایک بڑا حصہ فرانس کی حمایت مین داخل ہوگیا، اور رباط کو وہان کا دار الحکومت قرار دیا گیا، یہی شہر فرانسیسی ہائی کمشنر کا مرکز بھی ہے حکومت کا نظام وطنی ہی، ملازمین اور بڑے بڑے افسر وطنی ہوتے ہین، نگران افسرون کے لیے فرانسیسی مشیر مقرر ہین، یہی مشیر وفرنگی نگرانی کرتے ہین، صرف فوج براہ راست فرانسیسی ہائی کمشنر کی ماتحتی مین ہی،

مراکش کے شمالی کوہستانی حصہ پر جسکو ریف کہتے ہین، دول یورپ کی رضامندی سے پہلے اسپین کا تسلط تھا، اور اب ان چندسال سے امیر عبد الکریم کے زیر قیادت آزادی کی جنگ برپا ہے، اس حصہ مین سبتہ اور ملیلہ وغیرہ خاص شہر داخل ہین، ریف کے باشندے تقریبًا ۵ لاکھ ہین اور فرانسیسی دائرۂ اثر کے باشندے ۵۵ لاکھ کے قریب ہین، فرانسیسی علاقہ کے لوگ سیاسی حیثیت سے اب امن پسند ہوگئے ہین، مگر شمالی حصہ کے لوگ ابھی بر جوش ہین، انکی رگون مین اب تک بربری خون موجود ہے، اور ہسپانوی حکومت کو ہمیشہ ان کے ہاتھون سے تکلیفین اٹھانی پڑتی ہین،

مراکش ایک زرعی ملک ہی، جنوبی فرانس اور اسپین سے وہ ملتا جلتا ہے، تقریبًا ہر قسم کی مزروعات یہان پیدا ہوتی ہین بارش کثرت سے ہوتی ہے، اور سنہ ۱۹۲۰ مین، ۲۷ کرور فرانک کا مال دوسرے ملکون مین گیا اور تقریبًا نوکرور فرانک کا مال باہر سے آیا، اہل مراکش نے تجارت مین خاصی ترقی کی ہے، چنانچہ فاس اور رباط کے بعض تاجرون کے ایجنٹ مانچسٹر اور پیرس مین رہتے ہین اور براہ راست انکی تجارت یورپ سے ہے، ملک مین تقریبًا ہزار میل ریلوے لائنون کا سلسلہ ہے اور تقریبًا دس ہزار میل تار کا انتظام ہے، فرانس کے شہر تولوزا اور رباط کے درمیان ہوائی آمد ورفت کے خطوط بھی قائم ہوچکے ہین، مذہبًا اہل مراکش کے زیادہ تر باشندے سنی مسلمان اور مالکی فقہ کے پیرو ہین، ۸۰ ہزار آبادی

کا مذہب مسیحیت ہے، تعلیم مین بہت پست ہین، فرانسیسی دائرہ مین ۲۰۰ سے زیادہ مدارس نہین ہین،

(الہلال)

مشرق اردن مین ایک مجمع علمی

شام اور حجاز کے مابین ایک چھوٹا سا درمیانی علاقہ ہے جو دریاے اردن کے پار ہے اور اس لیے اس کو اب شرق اردن کا خطاب ملا ہی اور اس پر امیر عبد اللہ کی برائے نام حکومت قائم کیگئی ہے، یہ علاقہ شام پر رومیون کے تسلط کے زمانہ مین بھی، رومیون کے ماتحت عرب غسانی امراء کی حکومت تھی، اسی علاقہ مین بصری کا شہر آباد تھا، جہان آنحضرت صلعم تشریف لے گیے تھے، اب اس کا دار الحکومت شہر عمان بنایا گیا ہے، شریف حسین کے بیٹون مین امیر عبد اللہ سب سے زیادہ بلند حوصلہ ہے، چنانچہ انھون نے عمان مین ایک مجمع علمی کی بنیاد ڈالنے کا فرمان نافذ کیا ہے، اس مجمع کا کام عربی زبان کا احیاء مدارس کا قیام، عربی تصنیفات کی اشاعت ہوگی، یہ مجمع عنقریب علمی خطبون اور ایک کتبخانہ کی تاسیس کا انتظام کریگا، اور بہت جلد اس مجمع کی طرف سے ایک ماہوار رسالہ بھی نکلا کریگا، عمان سے آج بھی الشرق العربی کے نام سے ایک اخبار نکلتا ہے، جس نے شریف حسین کی خلافت کے سلسلہ مین شہرت حاصل کرلی ہے شیخ سعید الکرمی وکیل امور شرعیہ اس مجمع کے صدر منتخب کیے گئے ہین اور فضلائے ذیل اس مجمع کے ارکان ہین،

(۱) مشہور ترکی فلسفی رضا توفیق بے، (۲) شیخ مصطفٰے غلایینی

(۳) محمد بک شریقی مدیر جریدۂ الشرق العربی (۴) احمد زکی پاشا، مصر کے نامور محقق

(۵) سید محمد کرد علی صدر مجمع علمی دمشق (۶) شیخ احمد عباس الازہری،

(۷) الاب انستاس الکرملی (عیسائی) (۸) سید اسعاف النشاشیبی

ابھی تک تو یہ تجویز مین ہی، دیکھئے آگے کیونکر کام انجام پائے.

(المجمع العلمی العربی)

اخبار علمیہ

افریقہ کا بزرگ ترین صحرا آج کل فرانس کے قبضہ مین ہے، وہ وہان ریل جاری کرنا چاہتا ہے، لیکن کوئلہ، پانی، اور تیل کی کمی نے اسے مجبور کر رکھا ہے، لاچار وہان کے انجینیرون نے طے کیا ہے کہ مقامی درختون کے پتون سے تیل نکال کر موٹر نما گاڑیان چلائی جائین اور ان پتیون کے دائمی حصول کے لیے دونون جانب اُن کی کاشت کیجائے؛

کتابون کی جلد بندیون اور اس قسم کے دوسرے کامون کے لیے یورپ مین مصنوعی چمڑا تیار کیا گیا ہے، یہ چمڑا برُ برادہ چمڑون کے ٹکڑون، اور دوسری ایسی ہی بیکار چیزون سے بنایا گیا ہے، مزید بران ارزانی و دیرپائی مین، اصل چمڑے پر فوقیت رکھتا ہے، خیال کیا جاتا ہے کہ بہت جلد چمڑے کی ایسی ضرورتون سے دنیا کو بے نیاز کر دیگا،

انڈین ہسٹاریکل ریکارڈ کمیشن کا چھٹا اجلاس ۱۰ و ۱۱ جنوری کو مدراس مین منعقد ہوا، قلمی کتابون اہم کاغذات اور قدیم دستاویز کی نمائش بھی کیگئی تھی، اس اجلاس مین حسب ذیل اصحاب نے اپنے مضامین پڑھے

(۱) کلایو اور اسٹریچی خاندان،	آنریبل مسٹر ایچ، ای، اے، کاٹن،
(۲) شیواجی مدارس مین (فرانسیسی غیر مطبوعہ کاغذات سے)	پروفیسر جدو ناتھ سرکار،
(۳) جارف کلاٹ کے ذاتی خطوط،	مس کلاٹ فیلو آف دی لندن یونیورسٹی کالج
(۴) جنوبی ہند کے متعلق مرہٹہ کاغذات	راؤ بہادر ڈی بی پرسنس،

(۵) مرہٹہ حکومت کے تاریخی کاغذات	مسٹر آر، کے، رام دیو،
(۶) لارڈ ہسٹنگز کی بعض مالی اصلاحات	مسٹر جے، سی سنہا،
(۷) ۱۵۰ سال قبل مدراس مین امداد قحط	ایس، دی، چری،
(۸) شاہی محافظ خانہ کے فارسی خطوط کی تاریخی اہمیت	پروفیسر کے، آر، قانون گو،
(۹) بیگم سومبر کی سوانح کیلئے بعض اہم ذرائع	مسٹر بی، این، بنرجی،
(۱۰) نواب مہدی علی خان بہادر کا وصیت نامہ	مسٹر رام پرشاد ترپاٹھی
(۱۱) بنگال پر برگیون کا حملہ	پروفیسر جے این، سماددار،
(۱۲) بانو بیگم کا آخری وصیت نامہ،	مولوی عبد العلی صاحب ایم، اے،

فنِ طباعت ۱۴۵۵ء مین اکثر ممالک مین محرک ٹائپون کی صورت مین رائج ہوا تھا، اُس وقت سے، اب تک جتنی کتابین زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہین ان کے متعلق مختلف اندازے لگائے گئے ہین، ایک مستند ماہر کا خیال ہے کہ پندرھوین صدی مین ....۴م، سولہوین صدی مین ۵... سترھوین مین ۱۲۵۰۰۰ اٹھارہوین مین ۲۰۰۰۰۰۰ اور انیسوین صدی مین ۸۲۵۰۰۰۰ کتابین چھپی ہین، ان تمام کی مجموعی تعداد ۱۲۱۱۰۳۰۰ ہوتی ہے، ان کے علاوہ ۱۵۰۰۰۰۰ رسائل بھی ہین، بیسوین صدی مین ہر سال ۸۰۰۰۲ کتابین چھپتی رہین اور گذشتہ ۲۲ سالون مین ۴۴۰۰۰۰ کتب چھپین، ان تمام کتابون کی مجموعی تعداد اب ۱۶۵۰۰۰۰۰ ہو گئی ہے، قلمی کتب، سرکاری رپورٹ، اور وقتی رسائل الگ ہین،

لیڈن کی مجلس تعلیم اور یونیورسٹی نے گذشتہ ماہ طے کیا ہے کہ دوسرے امتحانات کے ساتھ، فن طباعت کا امتحان بھی ہو، اور اس کے لیے ایک سند (ڈگری) مقرر کی ہے، اگرچہ خود جامعہ کے پاس کوئی اپنا مطبع نہین ہے، لیکن اس نے عملی تعلیم کے لیے لیڈس ٹکنیکل اسکول پرنٹنگ ڈیپارٹمنٹ کے جو عمارت جامعہ سے چند منٹون کی مسافت پر واقع رہے، خدمات حاصل کر لی ہین،

سویڈن کی ایک مصنوعی دھات "ڈیزی گولڈ" کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ رنگ اور چمک مین سونا ہے، اور سختی اور دیرپائی مین لوہا، نیز تیزابون کا اس پر بہت کم اثر ہوتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس مین تانبا اور پیتل کے اجزاء ۹۰ فیصدی حصہ موجود ہین، اس کے متعلق خیال ہے کہ جرمن سلور کا نعم البدل ہے، موخر الذکر دھات جستہ، تانبا، المونیم اور زنگ سے مرکب ہوتی ہے،

مسٹر پلچر نے کلکتہ کے ایک کلب کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ڈیلی میل جیسے اخبار کے نکالنے کے لیے کم از کم دو کروڑ روپیون کی ضرورت ہے، ایک ناظم اخبار کو، طباعت، کاغذ، مقامی و بیرونی مضامین علمی و لہوی مقالات اور تمام دنیا کی خبرون کے لیے کافی رقوم ادا کرنی پڑتی ہین، اس کے علاوہ اسے ایک عملہ رکھنا پڑتا ہے، جس کا خرچ ۲۰۰۰۰ پونڈ سے کسی صورت سے بھی کم نہین، لندن مین ایک اخبار کا ادارتی عملہ تقریباً ۲۵۰۰۰ پونڈ چاہتا ہے، کیا ہندوستان کے حشرات الارض اخبارات اس پر غور کرین گے،

ایک عجیب واقعہ نے طبی حلقہ مین عام اختلاف پیدا کر رکھا ہے، لیکن چونکہ واقعہ ناقابل تردید ہے، اس لیے کسی کو انکار کی گنجائش بھی نہین، ایک نوجوان لڑکی، کپڑا سی رہی ہے، وہ اتفاقاً سوئی کو

لبون سے دباتی ہے، اُسے چھینک آتی ہے، اور اضطراری طور سے وہ اس سوئی کو نگل جاتی ہے، تین ماہ بعد اوسکی شادی ہوتی ہے اور شادی کے دس ماہ بعد اُسکے لڑکا ہوتا ہے، لڑکے کے کاندھے پر وہ سوئی کی نوک دیکھتی ہے اور وہی سوئی جو تین مہینے پہلے عورت نگلی تھی، بچے کے کاندھے سے برآمد ہوتی ہے،

بحر اطلانطک کے ایک ٹن پانی سے ۱۳۱ پونڈ (تقریباً ۱/۲ ۱۵ سیر) نمک نکلتا ہے اور بحر المیت کے اتنے ہی پانی سے تقریباً ۱۰۱ پونڈ،

امریکہ کے جنوبی اطلانطک ساحلون اور ریاستہائے خلیج مین ایک قسم کی پتیان بکثرت پیدا ہوتی ہین، جو چائے کی طرح پانی مین ڈال کر پی جاتی ہین، ان پتیون مین نقصان دہ اجزاء بہت کم ہین، خاصیت مین قہوہ کے مطابق ہین،

ماہر مصریات پروفیسر فلنڈرس پیٹری نے ایک خطبہ مین یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اب سے ...، سال پہلے کے ململ اور باریک کپڑون اور موجودہ بہترین کلون کے بنائے ہوئے کپڑون مین مطلقاً کوئی فرق نہین ہے، بلکہ نرمی اور ملاحت مین انھی کا درجہ بڑھا ہوا ہے،

ریاستہائے امریکہ مین سالانہ .... ۹۹ پونڈ دودھ خرچ ہوتا ہے، اس مین سے ۳/۴۰ وان حصہ ملائی کی برف بنانے مین کام آتا ہے،

ادبیات

خیالات حسرت

پنہان شد نش و دگونہ شد خوب　　ای روئے تو بے نقاب محجوب

پیشت چہ شود اگرم شمارند　　در زمرۂ بندگانِ معیوب

ماگام زن بصراط مستقیم　　دور از رہِ ضالین و مغضوب

یا بے خبران ہوشیاریم　　ق　　منجملۂ سالکان مجذوب

منت کشِ دیگران مخواہش　　آنرا کہ تو شدہ است منسوب

بوسید کفِ تو گشت لرزان　　از من بہوائے شوقِ مکتوب

حسرت بہ غزل چو شمس تبریز　　باشد سخن تو نغز و مرغوب

انوارِ منیر

محمد اختر منیر سیاح ایران و عراق (از بغداد)

(مرسلۂ ڈاکٹر اقبال)

جہانِ من پُر از سامان، و سامانے نمی بینم　　چہ درمانہا ز بہر درد، و درمانے نمی بینم

دلِ وحشی چو آہو دشت پیمائی ہوس دارد　　ولیکن بہر جولانش بیابانے نمی بینم

مرا شوقِ غزلخوانی کشد در دامنِ صحرا　　کہ در خورد نوائے خود گلستانے نمی بینم

سکوتِ مرگ بگرفتہ است آوازِ شتربانان　　بسے گشتم بصحرا یک حدی خوانے نمی بینم

خدا بینم بہ شہر و کوہ و دشت و باغ و بحر و بر　　بلب برسید جانِ من کہ انسانے نمی بینم

ہمہ بے بال و پر گشتند چون مورانِ دانہ چین　　چہ شد آخر کہ یک مرغ سلیمانے نمی بینم

ہنوز از نعرۂ تکبیر اندام زمین لرزد　　ولیکن در ہمہ عالم، مسلمانے نمی بینم

ہنوز از قطرۂ خونِ شہیدان لالہ می روید　　وسے در عاشقان آن نور ایمانے نمی بینم

منیر از کہ بجو اہم داد شعر خود کہ در بغداد　　سخن فہمے نمی دانم سخندانے نمی بینم

مجاز و حقیقت

از مولوی محمد سعید خان صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر دارالعلوم ندوہ

پھر دیدۂ پُرنم مین ہے خون نابہ فشانی　　پھر آبلۂ دل مین جھلکنے لگا پانی

پھر نالۂ دل کہنے لگے غم کی کہانی　　پھر مجھ کو نظر آنے لگا خوابِ جوانی

پھر فتنۂ خوابیدۂ وحشت کو جگاؤن

پھر قصۂ پارینۂ الفت کو سناؤن

پروانہ ترے شعلۂ رخسار پہ قربان　　بلبل تری شیرینیِ گفتار پہ قربان

طاؤس تری شوخیِ رفتار پہ قربان　　عشاق تری گرمیِ بازار پہ قربان

ہان دامنِ یوسف تری چادر پہ تصدُّق

ہان فتنۂ محشر تری ٹھوکر پہ تصدُّق

سنتے ہین کہ چلتا نہین اب حسن کا جادو　　اب دل نہین ہوتے قدر انگن سے ترازو

شمشاد کی تصویر نہین قامتِ دلجو　　دنبالۂ ابرو نہین نقشِ رمِ آہو

گفتار مین اگلی سی حلاوت نہین باقی

رفتار مین وہ شورِ قیامت نہین باقی

اچھا ہے نہین گیسوئے جانان مین درازی — اچھا ہے نہین آنکھون مین وہ سحر طرازی

اچھا ہے نہین اب کوئی ابرو کا نمازی — اچھا ہے کہ دنیا سے اُٹھا عشق مجازی

اچھا ہے نہین کوئی گرفتارِ محبت

اچھا ہے نہین گرمی بازارِ محبت

اب عشق حقیقی کی بیان کیا ہو حکایت — اب رازِ محبت کی نہ کچھ حد ہے نہ غایت

وہ عشق ہے اب جسمین اشارت نہ کنایت — وہ عشق ہے اب جس مین نہ شکوہ نہ شکایت

اب وصل کی شب ہے شبِ ہجران کے برابر

معشوق ہے اپنے میری رگِ جان کے برابر[1]

فکرِ مغموم

از جناب سیٹھ محمد اسماعیل صاحب مغموم مدراسی

جو لوگ اردو کی عالمگیری پر ایمان نہین رکھتے وہ اس مدراسی شاعر کے لطف زبان اور حسنِ خیال کو ملاحظہ کرین، "اڈیٹر"

حسنِ عمل پہ کس نے کہا کبر و ناز کر — طاعت مین خودسری ہو تو ترکِ نماز کر

گر ہم نیاز ہے رخ تو سوئے بے نیاز کر — بندہ اگر ہے، خدمتِ بندہ نواز کر

[1] نحن اقرب الیہ من حبل الورید،

بیتاب ہو کے شمع صفت دل گداز کر — ہجر نبی مین قصۂ الفت دراز کر

آئینۂ دل بنا کہ حقیقت ہو بے نقاب — حسن طلب مین دیدۂ دل اپنا باز کر

سرعت سے کر تمام تو انفاسِ زندگی — الفت کا ختم مرحلۂ سوز و ساز کر

کس نے کہا کہ حالتِ رنج و فراق مین — نامحرمانِ عشق سے افشائے راز کر

محمود دو جہان کی غلامی کے شوق مین — پیدا تو اپنی طبع مین شانِ ایاز کر

حق کی طلب مین نقش کو اغراض کے مٹا — عشق اور ہوس کی راہ مین کچھ امتیاز کر

مغموم ہون اُمیدِ لقائے رسول مین — پورا یہ مدعا مرا اے کارساز کر

کلام راغب

از مولنا راغب بدایونی

جاتے ہو کہان پھیر کے رخ میری نظر سے — دیکھو یہ نظارہ کہ چلی دیدۂ تر سے

ہر چند بہا گریہ مین دل، دل کا ہر اک شوق — ٹپکی، مگر الفت نہ گری دیدۂ تر سے

محرومی جاوید ہوئی ہمت عالی — اونچا ہی رہا دستِ دعا بامِ اثر سے

صد ننگ ہے تقلید یہان اہل نظر کی — مرجائین جو لین کام نظارہ مین نظر سے

سودے کے ہوئی قطع رہِ عشق مگر شوق — کہتا ہے کہ چلنا ہے ابھی پھر نئے سر سے

یہ جدتِ تخیل یہ مضمون کی نزاکت

راغب مجھے پہنچی ہے وراثت مین شرر[1] سے

---

[1] مولنا علی بخش مرحوم شرر بدایونی،

مطبوعات جدیدہ

بستان العارفین، جناب صوفی سید محمد عابد میان صاحب عثمانی نقشبندی جن کا وطن گجرات مین ہے آج کل نتال (جنوبی افریقہ) مین وہ مسلمانون کی ہدایت واصلاح کا کام کرتے ہین، انھون نے، اسلام کی روحانی تعلیمات پر، اردو اور گجراتی مین کئی کتابین تصنیف کی ہین، ان مین سے ایک اردو کتاب بستان العارفین ہے، جو حال مین خلافت پریس بمبئی مین چھپی ہے، جناب صوفی صاحب نے محض کرامت نامہ نہین لکھا ہے، بلکہ اس کتاب مین، بزرگون کے حالات اور انکے ملفوظات کی چاشنی کے ساتھ تصوف کے مسائل کو سہل اور شیرین انداز بیان مین ادا کیا ہے، قیمت معلوم نہین، پتہ انگریزی مین لکھنا چاہئے،

M.M.AMOD.P.O.BOX NO 47 LADYSOUTH NATAL SOUTH AFRICA

مکمل شرح دیوان غالب، غالب مرحوم کے دیوان کی شرح لکھنا کبھی کمال علمی کی دلیل سمجھی جاتی تھی، اور اب یہ متعدی مرض بنگیا ہے، اور ہر نومشق اپنی کمال کی سند مین غالب کی سخنوری کی داد کو کامل شہادت سمجھتا ہے، چنانچہ اب تک دیوان غالب کی متعدد شرح ملک کے سامنے آچکی ہین، تاہم دیوان غالب وہین ہے جہان پہلے تھا، حال مین مولوی عبدالباری صاحب آسی الدنی سکریٹری "انجمن خاصان ادب" لکھنؤ نے بھی دیوان غالب کی ایک شرح تصنیف کی ہے، جو ضخامت کے لحاظ سے ۲۰۰ صفحات پر تمام ہوئی ہے، شرح تو معمولی ہے مگر اس مین ایک خاص بات یہ کی ہے کہ اہتمام کے ساتھ دوسرے شعراء کے قریب تر اور مماثل اشعار کے ساتھ غالب کے شعرون کا مقابلہ کیا ہے، اور اسی لحاظ سے یہ مفید کہی جاسکتی ہے، طباعت بہت زیادہ قابل تعریف نہین، کاغذ کم از کم اتنا دبیز ہونا چاہئے کہ دوسری پشت پر کے حروف نہ جھلکین، قیمت قسم اول سے قسم دوم عہ پتہ: منیجر صدیق بکڈپو، امین آباد لکھنؤ

التبلیغ والجہاد، یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے، جس مین جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب اکارکن جمعیتہ دعوت وتبلیغ) نے اسلامی طرز تبلیغ کی مختصر تشریح کی ہے، اور اسلامی جہاد اور ویدک طریق جنگ، اور مقاصد جنگ کا مقابلہ کیا ہے، ہم نے رسالہ کو پورے وفور شوق سے پڑھا اور نہایت پسند کیا، لائق مصنف کی محنت قابل داد ہے، قیمت ۴؍ پتہ الہلال بک ایجنسی شیرانوالہ لاہور،

الوصیۃ الکبری، ہم اسکو اردو کی خوش قسمتی سمجھتے ہین کہ جناب محمد شریف عبدالغنی صاحبان تاجران کتب لاہور نے علامہ ابن تیمیہ کی عربی تصنیفات کو اردو کا جامہ پہنانے کی خاص خدمت اپنے سر لی ہے، جسکی پہلی قسط الوصیۃ الکبری انھون نے شایع کی ہے، ترجمہ قابل اعتماد ہے، لیکن مترجم صاحب نے عنوانات کے بنانے اور تقسیم کرنے مین ذرا تکلف سے کام لیا ہے، جو لوگ امام ممدوح کے لٹریچر کے قدردان ہین، اور کتاب وسنت کے مطابق اپنے عقاید کی تصحیح ضروری سمجھتے ہین وہ اس رسالہ کو پڑھین قیمت ۸؍ پتہ محمد شریف عبدالغنی تاجران کتب لاہور، شیرانوالہ

نازنین مراکش، محمد مبین صاحب نازش بدایونی نے مراکش کے بہادر بربون اور فرانسیسیون کی آویزش کے صحیح واقعات کو پیش نظر رکھکر، یورپین طرز ملک گیری اور انکی عیارانہ چالون کو دلچسپ انداز مین، بیان کیا ہے، قیمت ۸؍ پتہ منیجر صدیق بکڈپو لکھنؤ،

قوم پرست، یہ ناٹک، ایک بنگالی صاحب قلم ڈی۔ ال رائے کی تصنیف ہے، جس مین ہندوستانیون کے جذبہ حب وطن کو خاص طور پر نمایان کیا گیا ہے، مصنف کا اصل کمال یہ ہے کہ وہ ہیروین یعنی تارا کو مظلوم ثابت کرتا ہے، مگر اس کے شوہر پر صرف فرشتہ صفت نہ ہونے کا الزام آسکتا ہے، پنجاب کے افسانہ نویس جناب سدرشن نے اسکو بنگالی سے اردو کیا ہے، قیمت عہ پتہ: منیجر رام کیتا بک ڈپو لاہور،

ماہ نو، ایشیا کے مایہ ناز شاعر ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کے مجموعۂ نظم شِشو کا ترجمہ ہے، جس مین

ڈاکٹر صاحب نے بچون کے متعلق اپنے مخصوص انداز کی چند نظمون کو جمع کیا تھا، جہان یہ خوشی کی بات ہے کہ اردو کے قدردانون مین ایک طبقہ ایسا پیدا ہوگیا ہے جس نے اردو خوان لوگون کو ٹیگور سے روشناس کرنا شروع کردیا ہے وہان یہ امر قابل افسوس ہے کہ ٹیگور کو اردو بولنا سکھانے والے اکثر بے معنی مجموعۂ تراکیب کا نام ٹیگور کا کلام سمجھانا چاہتے ہین، اس حیثیت خاص سے جناب حامداللہ صاحب افسر بی اے نمایان امتیاز رکھتے ہین کہ انھون نے ماہ نو کو اردو کرتے وقت ٹیگور کو پہلے اچھی طرح سمجھ لیا قیمت ۱۲ ار پتہ: انڈین بکڈپو میرٹھ،

بنگالی کیٹلاگ، انڈیا آفس لائبریری کی فہرست کتب جلد دوم حصۂ چہارم (ضمیمہ) جس مین صرف اُن کتابون کے نام ہین جو سنہ ۱۹۰۶ سے سنہ ۱۹۲۰ تک بنگالی مین چھپی ہین، کتابونکی تشریحی فہرست حرف وار ہے جو ۳۰۷ صفحات پر ختم ہوجاتی ہے، اس کے بعد ۶۷ صفحہ تک اشخاص کی اسم وار فہرست ہے، جس مین مصنفین کے علاوہ اُن اشخاص کے نام بھی ہین جن کے متعلق وہ کتابین لکھی گئی ہین، اس کے بعد کتابونکی فن وار فہرست شروع ہوتی ہے، زیادہ تر کتابین ڈرامہ، شاعری، تاریخ، اور سوانح عمریان ہین اس فہرست کو دیکھکر افسوس ہوتا ہے، کہ مذہبی کتابین بنگال مین مسلمانون نے صرف چند شایع کین ہندؤن نے اس میدان مین بھی ہمارے بنگالی مسلمان اہل قلم کو شکست دی، انڈیا آفس لائبریری کی ہندوستانی کتابون کے کیٹلاگر پروفیسر جی، الیف بروہمارٹ ہمارے شکریہ کے مستحق ہین، جنھون نے ہندوستان کے ایک صوبہ کے ادبیات کا ایک اندازی سرمایہ ہم کو بتایا ہے، دیکھئے اردو ذخیرہ کی نوبت کب آتی ہے،

آئینۂ اسلام وہ پادری صفدر علی کے نیاز نامہ کا جواب ہے جسے ہمارے محترم بزرگ مولانا سید محمد علی صاحب سابق ناظم ندوۃ العلما نے لکھا تھا ہم مشن اسکولون کے مسلمان مدرسون سے امید رکھتے ہین کہ وہ اس قسم کی کتابون سے اپنے طلبہ کو ضرور روشناس کرینگے، قیمت ۸ر پتہ:- خانقاہ رحمانیہ مونگیر،

مجلد سیزدہم	ماہ شوال ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۴ء	عدد پنجم

مضامین